

شہرِ حُلَم

الله



مرتب:
علامہ مولانا محمد صدیق تیاری صاحب

مکتبہ دریہ رویہ میرکو فصل آباد

Marfat.com

سَرِّيْهُمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ



خدا کی ہستی کے دلائل

حضرت موعلانا محمد صدیق ملتانی ناظرانعائی



مکتبہ نوریہ رضویہ۔ کلبرگ۔ فیصل آباد

فون: ۹۲۶۰۳۶

ترجمہ و اہتمام

سید حمایت رسول قادری

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	-----	خدا کی ہستی کے دلائل
مؤلف	-----	حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ
کپوزنگ	-----	صح نور کمپیوٹر
صفحات	-----	196
اشاعت	-----	دوسمائی ۲۰۰۳ء
تعداد	-----	1100
مطبع	-----	اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لالہور
ناشر	-----	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	-----	روپے ۱۵

ملنے کا پتہ

حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی

موباہل فون: 0300-6608706

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے، فیصل آباد فون: 626046



پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ابتدائے آفرینش سے لیکر اس وقت تک عالم کے کسی خطہ پر کوئی لخطہ اور لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ وہاں کے جن والنس اپنے پروار گار کونہ جانتے ہوں اور اپنے لئے کسی خالق کا قرار اور اعتراف نہ کرتے ہوں۔ ہر زمانہ میں لاکھوں انسان ایسے گزرے ہیں اور اب بھی ہیں کہ جنہوں نے علم کا نام و نشان بھی نہیں سنایا مگر یہ ضرور جانتے ہیں کہ ہمارا ایک خالق اور پروار گار ہے اور جب دنیا کے وسائل سے مجبور اور مضطرب ہو جاتے ہیں اس وقت خدا کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مضطربانہ دعا کو سنتا ہے۔ بڑے سے بڑا حادثہ دفعہ دور ہو جاتا ہے اور تمام مادی اور ظاہری اسباب وسائل کا یک لخت خاتمه ہو جاتا ہے اور یک یا ناامیدی کے بعد اُمید اور آرزو نظر وں کے سامنے آجائی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود آفتاب و مہتاب سے بڑھ کر بدیکی اور روشن ہے کسی دلیل اور برہان کا محتاج نہیں بلکہ اسی کا وجود کائنات کے لئے دلیل اور برہان ہے لیکن مزید اطمینان کے لئے دلیل بھی ذکر کئے دیتے ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ ہم پر دَّعْدَم میں مستور تھے اور عنقریب پھر ایک ایسا ہی زمانہ آنے والا ہے کہ اسی پر دَّعْدَم میں جا چھپیں گے۔ ہمارا وجود دو دعویٰوں میں اس طرح گھرا ہوا ہے جس طرح نور زمین

شب گز شتہ اور شب آئندہ کی دو ظلمتوں میں محصور ہے۔ زمین پر نور کی یہ آمد درفت با آواز بلند کہہ رہی ہے کہ یہ نور زمین کا ذاتی نہیں بلکہ مستعار اور عطاہ غیر ہے اگر یہ نور زمین کا ذاتی ہوتا تو کبھی زائل نہ ہوتا۔ پس اسی طرح موت و حیات کی کشمکش اور وجود کی آمد درفت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کا وجود ذاتی نہیں ورنہ عدم وزوال کو کبھی قبول نہ کرتا بلکہ جس طرح زمین کی روشنی آفتاب کا فیض ہے اور پانی کی گرمی آگ کا فیض ہے اسی طرح ہمارا وجود بھی کسی ایسی ذات کا فیض اور عطیہ ہے کہ جس کا وجود اصلی ہو اور وجود اسی ذات کے لئے اس طرح لازم ہو جیسے آفتاب کے لئے نور اور آگ کے لئے حرارت یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ہو اور نور نہ ہو آگ ہو اور حرارت نہ ہو۔ اسی موجود اصلی کو اہل اسلام اللہ تعالیٰ اور واجب الوجود اور خدا کہتے ہیں۔

اسلام میں خدا کا تصور

انسانی ذہن سیرت و کردار اور اس کے جذبات کے بنانے میں جن عوامل نے سب سے بڑا اور اہم کردار ادا کیا ان میں ایک تصور خدا ہے مختلف اقوام اور مذاہب نے خدا کو جن صفات کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے تصور نے ان کی ذہنی ساخت اور انگلی ہیئتِ کردار کو بنیادوں سے لیکر کنگروں تک کو متاثر کیا ہے۔ ایک تصور خدا وہ ہے جس نے انسان کو ڈرپوک اور بزدل بنادیا ہے۔ دوسرا وہ ہے جس نے اسے ظالم اور سُنگدل بنادیا۔ تیسرا وہ تصور ہے جس نے اسے خوددار، جری، انصاف پسند اور فرض شناس ہستی کے معیار پر لاکھڑا کیا وہ بھی ایک تصورِ خدا ہی ہے جو انسان کو کش مکش حیات سے فرار کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں، جنگلوں اور ویرانوں میں جاؤتا ہے وہ بھی ایک تصورِ خدا ہی تھا جس نے اسے قید و بند، تنقی و تیر اور صلیب و دار کے رنگارنگ معروکوں میں محو کر دیا۔ اللہ کی ہستی کا وہ بھی کوئی شعور تھا کہ جس کے تحت آدمی نے آگ پانی ہوا بجلی درخت پتھر گھوڑے اور گائے وغیرہ موجودات میں جہاں کہیں قوت و جبروت کا کوئی عظاہرہ دیکھا اس نے فوراً جذباتِ مرعوبیت کے ساتھ عبادت گزاری کے لئے گھٹنے ٹیک دیئے اور جہاں اس نے اپنے لئے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ افادیت پانی وہ شکرانے کے سجدے میں گر گیا اور دوسری طرف وہ بھی اللہ ہی کی ذات کا ایک شعور تھا کہ جس کے نئے میں آدمی سرشار

ہو کر اٹھا اور خلیفۃ اللہ بن کر موجودات اور عناصر کی زمام تنخیر ہاتھ میں لے لی۔ ان سطور میں اجمالاً ہم اس تصور خدا پر بحث اور گفتگو کرنا چاہتے ہیں جسے اسلام نے نوع انسانی کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسلام خدا کو جن صفات کے ساتھ ہم سے متعارف کرتا ہے اس کا شعور ہمارے ذہن و کردار کو بنانے میں گھر اثر رکھتا ہے ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ شعور انسانی فکر و عمل کو کن کن سانچوں میں ڈھالتا ہے اور کس رخ پر انہیں ارتقاء دیتا ہے۔

بہت سے قدیم اور جدید معاشروں کا تصور خدا یہ رہا ہے کہ وہ اگرچہ آخری اقتدار کا مالک ہے اور عظیم و برتر ہے لیکن اسے اپنے بندوں کی زندگی اور اس کے مسائل سے براہ راست کوئی دلچسپی نہیں وہ تخلیق کا ایک کھیل رچائے ہوئے ہے وہ تفریحًا عناصر کا ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں وہ حوادث کے شعبدے خود ہی دکھانے والا ہے اور خود ہی دیکھ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوتا ہے یہ موت، بیماری، قحط، زلزلے، سیلاب اور بجلیاں اسکی قدرت کے کھیل تماشے ہیں جن کی لپیٹ میں آسکر مخلوق غارت ہوتی ہے لیکن وہ ان تباہ کاریوں کو پوری شان بے نیازی سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کی تقدیر کا دریا اپنے بہاؤ کی شان میں مگن ہمہ وقت موجزن ہے نہ اسکی پرواہ کہ کون ڈوبتا ہے نہ اسکا اہتمام کہ کون تیرتا ہے آج ادھر سے کنارہ کٹ گیا اور ادھر زمین بر آمد ہو گئی۔ جدید دور کے فلسفے میں غوطہ مار کر یہ تصور دوبارہ ابھر اتو اسکی نئی

شکل یہ تھی کہ ایک مکمل حیرت کے اسلوب سے ایک اندھی قوت ہے جو توڑ پھوڑ اور بناؤ اور بگاڑ کایہ ہنگامہ مچائے ہوئے ہے۔ قرآن کا تصورِ خدا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پوری مخلوقات اور خصوصاً انسانی زندگی کی فلاح و بہبود سے برآ راست دلچسپی رکھتا ہے وہ مخلوقات اور موجودات کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے۔

خدا فرماتا ہے :

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَرَ فَهَدَىٰ

ترجمہ :

جس نے بنائے ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھ کر ہدایت دی۔

یہ قوتیں اور صلاحیتیں دیکر مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیتا۔ چنانچہ جب انسان کو کارزارِ حیات میں اُتارا تو اطمینان دلا دیا گیا کہ تمہیں اندر ہیرے میں نہیں چھوڑا جا رہا۔ تمہاری رہنمائی اور یاوری کی جائیگی۔

ارشاد ہوتا ہے :

فَإِمَّا يَأْتِينَكُمْ مِنْيٰ هُدًى فَمَنْ تَبَعَ هُدَىٰ فَلَا خَوْفٌ " عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

ترجمہ :

پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری
ہدایت کا پیروکار ہوا اسے نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم۔

وہ خالق حقیقی انسان کو شیطان کے مقابلے پر اتارتا ہے اور اخلاقی شر
کے حملوں کا سامنا کرنے کے لئے اکھاڑے میں بھجتا ہے وہ گری دلچسپی کے
ساتھ اسے پوری طرح خبردار کرتا ہے کہ اے اولاد آدم تم ایک خطرناک
دشمن کی زد میں ہواس کے آگے سر تسلیم خمنہ کرنا۔
ارشاد ہوتا ہے :-

يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوَا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔

ترجمہ :

اے بنی نوع انسان شیطان کی پوجانہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اس دشمن کی خطرناک سازشوں کی پوری تفصیل بیان کر دی اور
اس کا تاریخی چینچ انسانیت کے سامنے رکھ دیا کہ اس نے کہا تھا کہ میں انسانیت
کے کاروائی کا رہن ہوں۔ صراط مستقیم کے ہر مرحلے پر بیٹھوں گا میں انسان پر
آگے پیچھے دائیں بائیں سے یورش کروں گا۔ چنانچہ قرآن کا خدا انسان کو اس

علمبردارِ شر کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایک گر سکھاتا ہے۔ وہ انسان کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے مسلسل کئی رسول اور نبی مبعوث فرماتا ہے وہ خدا منزلِ سلامتی تک پہنچانے کے لئے منزل کے راستے کے سارے نشان اجاگر کرتا ہے اور اس منزل کی دعوت دیتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :

وَاللَّهُ يَدْعُونَا إِلَى دَارِ السَّلَامِ

ترجمہ :

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلا تا ہے۔

وہ زندگی بسرا کرنے کے لئے بنیادی حقیقوں کا پورا پورا علم فراہم کرتا ہے۔ ضابطے اور قانون بناتا ہے۔ طریقے اور اسلوب مقرر کرتا ہے۔ ایمان کے تقاضے اور ایمان کے سارے شعبے واضح کرتا ہے اور زندگی کا پورا پورا نظام مرتب کر کے سامنے رکھ دیتا ہے اور صراحةً سے کہہ دیتا ہے کہ تمہارے خدا نے اسلام ہی کو زندہ گئی بسرا کرنے کا دین قرار دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔

ترجمہ :

بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

اور جو کوئی دین اسلام سے ہٹ کر کسی اور نجح پر زندگی بسر کریگا وہ
نامرا در ہے گا۔

فرمان الٰہی ہے :

وَمَنْ يَتَّسَعُ غَيْرُ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ

ترجمہ :

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا وہ دین قبول نہ کیا جائیگا۔

قرآن کا خدا اپنے بندوں کے روزمرہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے
ایک ایک معاملہ سے اتنا گہر اور قریبی واسطہ رکھتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
ٹوکتا ہے۔ ایک شفیق آقا کی طرح قدم پر ہدایت دیتا ہے۔ اسے اس بات
کا خیال بھی ہے کہ لوگوں میں تفرقہ بازی نہ ہونے پائے۔ فواحش کا چرچانہ
ہو۔ کہیں عدل و احسان اور صلہ رحمی کی نصیحت کرتا ہے کہیں نفاق بزدی اور
مفاد پرستی کے چکر سے نکلنے کا اہتمام کرتا ہے۔ کہیں وہ مردوں کو گھر کی
پاکیزہ فضائی کو قائم رکھنے کا سبق دیتا ہے کہیں رضااعت اور میراث کے معاملات

میں ان کو پریشانیوں سے نکالتا ہے۔ کہیں اعلیٰ مقاصد کے لئے تلوار اٹھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمت بندھاتا ہے۔ کہیں جنگی کارروائیوں پر تبصرہ کر کے پورے تجزیہ کے ساتھ ان کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے جو قوت کو کمزور کرتی ہیں۔ آداب مجلس سکھاتا ہے۔ کہیں بیع و شراء کا قانون متعین کرتا ہے کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے حدود اور تعزیرات مقرر کرتا ہے اور کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے ماحول کی تعمیر کرتا ہے۔ ایک معاملہ کے دلائل فراہم کرتا ہے اور کہیں شکوہ و شبہات کی گریں کھولتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شفیق استاد ہے جو درس حیات دے رہا ہے کوئی بے لوث مشیر ہے جو تمام معاملات میں مشورہ دے رہا ہے۔ کبھی محبت کے پیرائے میں اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ انسانی فطرت جس معاملہ میں مسائل بن کر اٹھتی ہے فوراً سوال کا جواب اس کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ جو معاملہ نظامِ تمدن کے اندر پیدا ہوتا ہے اسے فوراً پورا کر دیتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے کے ہر تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

یہ ہے خدا جسے انسان کی زندگی سے پوری پوری دچپی اور لگاؤ ہے جسے ہمارے ہر نفع اور نقصان سے واسطہ ہے جو اپنی مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ایسے خدا کو ماننے سے جو اعتماد یقین اور پختہ شعور حاصل ہوتا ہے دوسرے مسخ شدہ تصورات میں سے کسی سے نہیں ملتا۔

ہمیں خدا کا یہ تصور نہیں دیا گیا کہ وہ حیات انسانی سے بے تعلق بیٹھا ہے اور اس سے کوئی غرض نہیں کہ تاریخ میں حق اپنا علم اٹھاتا ہے یا باطل اپنا بگل بجاتا ہے۔ بھلائی غالب آتی ہے یا برائی حکمران ہو جاتی ہے۔ خیر کا سکھ چلتا ہے یا شر کی حکمرانی چاری ہوتی ہے۔ بلکہ اسلام نے ہمیں ایک ایسے خدا کی ہستی کا شعور دیا ہے جو اپنے دستور و آئین کے تحت ایک طرف سے باطل کا باطل ہونا صراحت سے سامنے لاتا ہے اور دوسری طرف سے حق کی وضاحت کر دیتا ہے وہ ان دو مقابل قوتوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلام اپنی آیات اور اپنے فرائیں کے ذریعے باطل کے ہر نقش کو محو کرنے وہ تقاضا کرتا ہے کہ عبودیت کی حدود سے گزر جانے والوں نے جو نظام اور ماحول استوار کر رکھا ہے اسکی ہر گز اطاعت نہ کرو۔

ارشاد ہوتا ہے :

لَا تُطِيعُوا أَمْرَالْمُسْرِّئِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ۔

ترجمہ :

حد سے تجاوز کرنے والوں کا کمانہ مانو وہ جوز میں میں فساد کرتے ہیں اصلاح نہیں کرتے۔

قرآن کا خدا چاہتا ہے کہ آدمی نظام حیات کے ایک ایک گوشے سے معروف و منکر کو چھانٹ کر الگ کر دے پھر نہ صرف معروف کو معروف اور منکر کو منکر کہے بلکہ معروف کو قائم کرنے کی کوشش کرے اور منکر کے سد باب کے لئے محنت سے کام کرے۔

ارشاد ہوتا ہے :

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوُنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ :

تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

قرآن واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسول و انبیاء کی طرح اپنے آخری رسول کو اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی حکومت قائم کرے۔

ارشاد ہوتا ہے :

لِيُظْهِرَهُ، عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

ترجمہ :

تاکہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے۔

یہ تصور خدا آدمی کونہ تو
بامسلمان اللہ اللہ بابر ہمسن رام رام
کادرس دیتا ہے نہ اسے
چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو
کا مسلک سکھاتا ہے۔ یہ ایسی مکینہ ذہنیت پیدا نہیں کرتا کہ آدمی
قوت و شوکت کو جدھر منتقل ہوتا ڈیکھے اپنا قبلہ ادھر ہی بدل لے جس کے
ہاتھ میں کوڑا دیکھے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ جس نظر یے کے
حق میں زیادہ ہجوم افراد کو سرگرم عمل دیکھے اسی پر ایمان لے آئے۔ ذرا ذرا
سی رکاوٹیں اسکی سمت سفر کو بذل دیں اور واقعات اور حادثات کے معمولی اتنار
چڑھاؤ اس کے زاویہ نگاہ میں انقلاب لے آئیں بلکہ اس تصور خدا سے ایک
باصول شخصیت نمودار ہوتی ہے ایک مضبوط ضمیر پیدا ہوتا ہے۔ ایک
سپاہیانہ جذبہ بیدار ہوتا ہے آدمی اپنے ایمان پر چوٹوں پر چوٹیں کھاتا ہے اور
اُف نہیں کرتا اسے زخم پر زخم لگتے ہیں لیکن قدم پیچھے نہیں ہٹاتا موجودوں کے
تھیڑے اس کے رخ کو تبدیل نہیں کرتے۔ آندھیاں اور جھکڑ چلتے ہیں لیکن

ایمان کا چراغ بر ابر ٹھٹھا تار ہتا ہے۔

جو خدا اس طرح ایک اصول و مقصد کے لئے کشکش کرنے والی ایک طاقت کو نوع انسانی میں سے کھڑا کر کے اسے معركہ ہائے خیر و شر میں اتارتا ہے پھر وہ جنگاہ تاریخ میں اپنے سپاہیوں کو چھوڑ کر ان سے بے خبر نہیں ہو بیٹھتا وہ حالات کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھتا ہے اور ایک ایک سپاہی سے اسکا تعلق قائم رہتا ہے وہ سب کچھ دیکھتا سنتا اور جانتا ہے کوئی آڑ نہیں جو پیچ میں حائل ہو کوئی مغالطہ نہیں جسکا وہ شکار ہو سکے کسی کوتا، ہی علم کا اندیشه نہیں اسے دلوں کے راز، ارادے، نیتیں اور ضمیر کے چھپے گوشے تک معلوم رہتے ہیں اور ماضی حال اور مستقبل کو یکساں جانتا ہے اسے ہر معركے کی ابتداء اور انتہا کا علم ہے۔

اس کا کوئی اندیشه نہیں کہ وہ کام کرتے کرتے اور معاملات کو دیکھتے دیکھتے کچھ وقفوں کے بعد تنہکن میں بتلا ہو کر غافل ہو جائیگا اسکا بھی کوئی امکان نہیں کہ مسلسل توجہ کے دوران اس پر کبھی اوپرگھ طاری ہو جائے گی۔

ارشاد ہوتا ہے :

لَا تَأْخُذْهُ سِنَةً وَلَا نَوْمٌ

ترجمہ :

اسے اوپرگھ اور نیند نہیں آتی

یہ تصور ایک جیتے جا گتے خدا کا تصور ہے جسکی وقتیں تحلیل نہیں ہوتیں جس پر ضعف طاری نہیں ہوتا جس میں خلق وامر کے تسلیل میں کوئی انقطاع واقع نہیں جسے کام کا بوجھ دوسروں پر باقش کی کوئی مجبوری نہیں۔

ایسے خدا پر ایمان رکھنے والے جب معروکوں میں مصروف ہوتے ہیں تو جس فرماز و اکا علم لے کر وہ آگے بڑھتے ہیں اس کے بارے میں وہ پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں کہ یہاں جو کچھ پیش آ رہا ہے وہاں پل پل کی خبر ہے۔ جوزخم یہاں لگتا ہے اسکی فیکس عرش تک پہنچتی ہے یہاں خون پسینے کا جو قطرہ گرتا ہے اسکا وہاں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ یہاں دشمن کے جن نزغوں سے سابقہ پڑتا ہے اسے ان سے پورنی آگئی ہوتی ہے۔ ہجر کے ماروں پر جو لمحہ کرب بھی گزرتا ہے وہ اسکی پوری کیفیات کا علم رکھتا ہے۔

انتہائی نہیں کہ خدا ان تمام حالات کا علم رکھتا ہے جس سے اس کے سپاہی دوچار ہوتے ہیں بلکہ اسلام کا دیا ہوا تصور خدا یہ بتاتا ہے کہ در حقیقت تمام حوادث کی زمام اسکے اپنے ہاتھ میں رہتی ہے وہ ایک فرمان رو اطاقت ہے وہ صاحب اختیار ہستی ہے وہ فعال ذات ہے اس نے سلطنت کائنات کا پورا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ معاملات کو طے کرنے والی آخری قوت وہی ہے وہی آسمان و زمین کی سلطنت کے چھپے اسرار جانتا ہے لہذا امور سلطنت کا مر جع بھی وہی ہے۔

ارشادربانی ہے :

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ۔

ترجمہ :

اور اللہ کے لئے ہے زمین و آسمانوں کا غیب اور ہر امر کا رجوع اسی کی

طرف ہے۔

زمین و آسمان کی ساری طاقتیں اور خزانوں کا حقیقی مالک وہی ہے۔

ارشادربانی ہے :

لَهُ، مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

ترجمہ :

اسی کے لئے ہیں زمین و آسمان کی کنجیاں۔

اسی اختیار کلی کے ساتھ وہ گردش ایام کا نظام قائم کئے ہونے ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُذَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

ترجمہ :

یہ دن ہیں جنکو ہم اُگوں کے درمیان پھیرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے فیصلے ہیں کبھی جنگاہ حیات میں فاتحین کو پڑوا
کر قیدیوں کے کیمپوں میں ڈلوادیا جاتا ہے اور کبھی شکست خورده لشکروں کو
آگے بڑھا کر فتح سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے۔ کسی سے سلطنت چھین لی جاتی ہے
اور کسی کو تخت پر بٹھادیا جاتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ

ترجمہ :

تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا
ہے۔

کسی کے سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے اور کسی کو قدر مذلت میں
ڈال دیا جاتا ہے۔

فرمانِ الہی ہے :

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُنْزِلُ مَنْ تَشَاءُ

ترجمہ :

اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا
ہے۔

کبھی کالی رات صبح صادق کو جنم دیکر ایک نیا دور حیات لے آتی ہے اور کبھی روز روشن کے اندر سے ظلمت شب کا سیلا ب اٹا آتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الْلَّيْلِ

ترجمہ :

تو دن کا حصہ رات میں ڈال دیتا ہے اور رات کا حصہ دن میں ڈال دیتا

ہے۔

کہیں یہ دیکھتے ہیں کہ مردہ معاشروں میں سے زندگی کی ہمایوں کے نئے چشمے ابلنے لگتے ہیں اور کبھی یہ منظر سامنے آتا ہے کہ تمدن کی موجیں زندگی کے لاشے اٹھا اٹھا کر ساحل پر پھینکتی ہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا :

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

ترجمہ :

اور تو مردوں سے زندہ نکالتا ہے اور زندوں سے مردہ نکالتا ہے۔

ظاہر کی آنکھ جب تغیرات کے بڑے بڑے واقعات دیکھتی ہے تو

بندے کا چھوٹا سا دل دھک دھک کرنے لگتا ہے اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں وہ اپنی کوتاہ نظری سے ایسا محسوس کرتا ہے کہ بس اب تمام راستے بند ہو گئے لیکن اگر اس پر یہ منکشف ہو جائے کہ ان سارے جھگڑوں آندھیوں بگولوں اور سیلابوں کے پیچھے خدا کا دست قدرت متحرک ہے تو وہ ایک لمحہ بھی مضطرب مایوس اور ہیبت زدہ نہ ہو۔ خدا کے سارے کام حکمت پر مبنی ہیں۔ اسکا یہ قانون تغیر و حدوث اپنا عمل نہ کرتا تو یہاں ایک بار جو طاقت آگئے آجائی وہ ہمیشہ کے لئے سلط جمالیتی۔ اللہ نے ہماری حیات بدلتی کا نظام ایسے اصولوں کے تابع رکھا ہے کہ صاحب سطوت و شوکت ہستیاں بڑے بڑے محل کھڑے کرتی ہیں۔ جب وہ محل آہمان سے باقی میں کرنے لگتے ہیں تو کوئی زلزلہ معاً ان کو پیوندِ خاک کر دیتا ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اور جب تغیر کے قانون کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے تو ان کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے جابر قاہر اور ظالم نپولین، چنگیز خان، ہلاؤ اور حجاج بن یوسف کا روپ دھار کر ابھرے لیکن حادثات کی رو جب امر الہی کی تلوار بن کر نمودار ہوئی تو کوئی اس کے سامنے ٹھہرنا سکا خدا کے فرشتوں کا لا تعداد لشکر فتنہ گروں کی سر کوئی کے لئے ہر وقت چاک و چوبند حکم کا منتظر کھڑا رہا اس نے اس امر کا پورا پورا اہتمام کیا ہے کہ ظلم و تعدی کی طاقتوں کو وقار فوت قبایل اہم لڑاکر ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم کرادے ورنہ تمدنی صورت حال زندگی بسر

کرنے کے قابل نہیں رہ سکتی۔

خدا فرماتا ہے :

وَلَوْلَا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِيَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ

ترجمہ :

اور اگر اللہ بعض لوگوں سے بعض کو دفع نہ کرے تو زمین میں فساد برپا

ہو جائے۔

حیات ارضی کو بگاڑ دینے والی طاقتلوں کو اگر ایک دوسرے سے پٹوانے کا بندوبست نہ ہوتا تو عبادت گاہوں کو منہدم کر دیا جاتا علمی مراکز ویران ہو جاتے منڈیاں اجزا جاتیں اور یہاں کچھ نہ ہوتا جن پر زندگی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ تغیرات اور حوادث ہی کافیضان ہے کہ خدا کے بندوں کے لئے کام کرنے کے دروازے مختلف سمتوں میں بار بار کھلتے رہتے ہیں اور وہ جادہ حق پر قدم آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

خدا کا جو تصور قرآن نے دیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ بندوں کے کام کرنے کے لئے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہر ہر معاملہ میں امر فرمارتا ہے کہیں اس کے کارندے کسی مسکین کی کشتی کو بیگار سے بچانے کے لئے اس میں چھید کر رہے ہیں کہیں وہ یتیم پھوں کے مال کی حفاظت کے لئے دیواریں کھڑی

کر دیتے ہیں اور کمیں وہ یوڑھے والدین کو بہت بڑی مصیبتوں اور ذلتون سے
بچانے کے لئے ان کے پچے کو موت کے گھاٹ اتارتے نظر آتے ہیں۔ بظاہر
یہ کام حیرت انگیز نظر آتے ہیں لیکن خدا کا اکر صحیح تصور موجود ہو گا تو وہ ان کو
تسلی دے گا کہ ان حوادث کے پیچھے تمہاری فلاج و بہبود کار فرمائے اسی طرح
انسان کی اجتماعی زندگی میں جو بڑے بڑے ہولناک طوفان اٹھ کھڑے ہوتے
ہیں مہمoot کر دینے والے واقعات اچانک رو نما ہو جاتے ہیں یا کیک خطرات
رو نما ہو جاتے ہیں امن و امان کی صورت حال مخدوش ہو جاتی ہے۔ شری
آزادیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بنیادی حقوق کا گلا گھٹتا ہے زبانوں پر مریں لگ جاتی
ہیں قلموں پر پھرے پیٹھ جانتے ہیں کام کے راستے بند نظر آتے ہیں۔ بظاہر
گھٹن اور تنگی محسوس ہونے لگتی ہے لیکن در حقیقت یہ ساری پابندیاں کسی بڑی
خبر کا پیش خیمه ہوتی ہیں۔ گردش روزگار عجیب و غریب تبدیلیاں لاتا ہے
کبھی تاریکی ہے کبھی روشنی کبھی فصل بہار کبھی خزان کا دور ہے کمیں جوں کی
تمازت آفتاب ہے تو کہیں ساون کی برسات جس خدا کی شان ہے کہ کسی
حالت کو دوام نہ حاصل کرنے دے بلکہ بار بار پانے پلٹتا رہے اور بڑی بڑی
حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت پلٹتا رہے اس پر ایمان لانے والوں کے دل کسی
ناساز گار ترین حالت میں بھی نہیں پیٹھتے کیوں وہ جانتے ہیں کہ جہاں آج
عالیشان محل نظر آتے ہیں وہاں کل قبرستان نظر آئے گا۔ آج جس شے کو تخت

کا نام دیا جاتا ہے ہو سکتا ہے اسے کل تختے میں تبدیل کر دیا جائے آج جن آستانوں پر مرعوبیت کے سجدے ہوتے ہیں کل ان کو دنیا حقارت کی نگاہ سے دیکھئے گی۔

پھر قرآن کا خدا اتنا عظیم اتنا متعال قوی اور جابر و قاہر ہے کہ اسے ماننے سے بڑی بڑی سلطنتیں اسکی مطیع ہو جاتی ہیں۔ اس خدا کو ماننے سے نظر اتنی وسیع اور دماغ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ فراعنة وقت اس نظام مشیت کے اندر مور و مگس سے زیادہ اہم نظر نہیں آتے وقت کے نمرود اور شد اوسکی نظر میں ایک حقیر سی مخلوق نظر آتے ہیں۔

آدمی جب اپنے سامنے اوپھی اوپھی عمارات دیکھتا ہے درباروں کی شان و شوکت دیکھتا ہے جب سیم وزر کی جھنکار سنتا ہے جب وہ زرق برق لباسوں کو دیکھتا ہے جب وہ عیش و عشرت کی محافل پر نگاہ ڈالتا ہے اس کے سامنے جب کاریں دوڑتی ہیں جہاز اڑتے ہیں پھر جب پولیس کے دستوں اور فوج کی چھاؤنیوں کا جائزہ لیتا ہے پھر جب قانون کی زنجروں کی آواز سنتا ہے اور جب وہ اپنے سامنے اختیار کی تلواریں بے نیام ہوتے دیکھتا ہے تو اس کا چھوٹا سا دل مرعوبیت اور ہیبت کے مارے سکڑ جاتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس شان و شوکت سے جو لوگ نوازے گئے ہیں ان کے سامنے دم مارنا اس کے بس کی بات نہیں یہ تو بس اٹل طاقتیں ہیں لیکن قرآن جس خدا پر ایمان لانے کی

دھوت دیتا ہے اسے مانتے ہی وہی چھوٹا سا دل پھیل کر پورے آفاق پر چھا جاتا ہے بلکہ کئی آفاق اس میں گم ہو جاتے ہیں چانچے عارف محی الدین بن عربی فرماتے ہیں :

اگر عرش عظیم اور جو نکھل اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان اور زمین نمکھل اس تمام مخلوق کے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں رکھ دیا جائے تو اسے اسکی عظمت ذرہ بھر محسوس نہ ہوگی اور مومن کے دل میں تنگی محسوس کیسے ہو سکتی ہے۔ جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کی گنجائش ہے۔

اسلام کا خدا اکھتا ہے کہ یہ سارے ٹھاٹھ اور جاہ و تجہل کوئی دم کا کھیل ہے۔

خدا فرماتا ہے :

فُلُّ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ

ترجمہ :

کہہ دو کہ دنیا کا مال قلیل ہے۔

مال و دولت کی کثرت اور لشکروں کی قوت کے مظاہرے قانون الی

کے سامنے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے۔

ارشادر بانی ہے :

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْءًا

ترجمہ :

ان کے مال اور انکی اولاد ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِتْنَكُمْ شَيْئًا وَلَوْكُثُرَتْ

ترجمہ :

اور تمہارا جھٹھا تمہیں کام نہ دیگا چاہے کتنا ہی زیادہ ہو۔

خدا کی صفات کا یہ شعور اور اسکی عظمت و قدرت کا یہ اسلامی تصور ہے جو عرب کے بادیہ نشینوں کو اتنا جری بنا دیتا ہے کہ وہ بے تکلفی سے دربار ایران کے قالینوں کو پامال کرتے ہوئے ایک جابر بادشاہ کی طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بڑھتے ہیں اور کسی کے دکھاوے سے مرعوب نہیں۔ یہی تصور ہے جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ لا کو ظلم کے سامنے کلمہ حق کرنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔

قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ خدا مخت کرنے والوں کی مخت کا قدر شناس ہے وہ ہر سپاہی کی کارگزاری اور ہر مزدور کی جانفشاری کو جانتا ہے اور ان کا پورا پورا قدر دان ہے وہ صرف قدر دان ہی نہیں بلکہ گارٹی دیتا ہے کہ کسی کی مخت کمائی اور کیا کرایا اکارت نہیں جائیگا۔

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ۔

ترجمہ:

ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

ایک قدر شناس انعام دینے والے اور حق الخدمت کو محفوظ رکھنے والے خدا کا تصور انسان سے مشکل سے مشکل کام کرو سکتا ہے۔ انسان آرزوں کے نیچے چرتا ہے پھانسی کے تھوڑ پر کھڑا ہوتا ہے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضریب برداشت کرتا ہے اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگادیتا ہے۔ لیکن ایمان اصول اور مقصد کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

قرآن کا خدا اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے بندوں کا رفیق اور یار و مددگار ہے وہ ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ۔

ترجمہ :

اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

وہ ایسا ساتھی ہے جو کٹھن گھڑیوں میں ہمت بندھانے کے لئے دل کے اندر سے پکارتا ہے ڈھیلے نہ پڑو ہر اسال نہ ہو ملوں نہ ہو تم ہی غالب رہو گے۔

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ.

ترجمہ :

کاہلی نہ کرو غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔

وہ دکھی دلوں کو اطمینان دلاتا ہے اسی تصور خدا کی بنا پر انسان نے دنیا میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔

توحیدباری تعالیٰ

حقیقی اور خالص توحید کا فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کیونکہ بعض تو سرے سے توحید ہی کے قائل نہیں اور اگر توحید فی الذات کے قائل ہیں تو توحید فی الصفات کے قائل نہیں اور اگر توحید فی الصفات کے قائل ہیں تو توحید فی العبادات سے منحرف ہیں۔ عیسائی تو کھلم کھلا تین خداوں یعنی تسلیت کے قائل ہیں۔ یہودی اگرچہ عموماً توحید کے قائل ہیں مگر ایک فرقہ ان میں بھی ایسا گزر ہے جو حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا پیٹا مانتا تھا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عَزِيزُنِ ابْنِ عَالَّهِ

ترجمہ :

یہود نے کہا عزیز اللہ کا پیٹا ہے۔

ہندوؤں میں اوთاروں کا عقیدہ ہے کہ آریہ لوگ تین چیزوں کو قدیم مانتے ہیں۔ خدا، مادہ اور روح۔ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ الوہیت یعنی خدائی دو طاقتوں پر منقسم ہے۔ خیر کا خالق یزدان اور شر کا خالق اہر من ہے۔ یزدان بناتا ہے اور اہر من لگاؤتا ہے۔ ہر ایک خدا دوسرے کا محتاج ہے۔

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو شرک فی الذات، شرک فی الصفات اور شرک فی العبادات سے منزہ اور بالکل پاک ہے۔

دلائل توحید

دلیل نمبر ا

اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ اگر عالم کے لئے دو یادو سے زائد صانع ہوں تو کارخانہ عالم بالکل درہم برہم ہو جائیگا اور کوئی شے بھی وجود میں نہ آئیگی کیونکہ اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ خدا کے لئے کامل الذات والصفات ہونا ضروری ہے۔ خدا وہی ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے نقص سے پاک ہو ورنہ خالق و مخلوق میں کیا فرق۔ اس لئے کہ بندے خدا بننے سے اس لئے محروم ہیں کہ ان میں طرح طرح کے نقصانات ہیں وجود ان کا ناقص قدرت انکی ناقص علم ان کا ناقص پس اگر عیاذ باللہ خدا بھی ہماری طرح ناقص ہو ہماری طرح مجبور ہو تو اس کو ہم پر خدا بن جانے کا کیا حق ہے۔

پس جب ہر خدا کامل اور مستقل ٹھہرا تو ہر ایک کی تاثیر بھی کامل اور مستقل ہو گی۔ اس لئے کہ خالق کی مثال آفتاب اور مہتاب اور مخلوق کی مثال زمین کی سی ہے۔ زمین آفتاب سے بقدر آفتاب اور مہتاب سے بقدر مہتاب منور ہوتی ہے پس جب دو صانع ہونگے اور ہر ایک کی تاثیر کامل ہو گی تو ہر خدا کی طرف سے دو کامل وجود ہر مخلوق کے پیمانہ میں آئیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سانچے میں دو چیزیں اور ایک نیام میں دو تلواریں اور کلو بھر کے پیمانے میں دو کلو چیز اور ایک جو تے میں ویسے ہی دو قدم اور ایک اچھن میں

دو بدن نہیں سما سکتے اگر زبردستی ڈال دئے جائیں تو وہ سانچہ وہ نیام اور وہ اچکن ایک لمحے کے لئے کسی طرح سالم نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح اگر دو خداوں کی طرف سے پورا پورا وجود ایک مخلوق میں سما نے لگے تو یہ شک وہ مخلوق نیست و نایود ہو جائیگی اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں خداوں سے مل کر ایک ہی وجود آیا تو پھر حقیقت میں ہر ایک خدا مستقل علت اور مستقل موثر نہ ہو گا بلکہ دو خداوں کا مجموعہ موثر ہو گا جس سے ہر ایک کا ناقص اور ناتمام ہونا لازم آئیگا۔ ہاں اگر یہ احتمال ہوتا کہ خدا ناقص بھی ہو سکتا ہے تو یہ کہنا ممکن ہو جاتا ہے کہ جس طرح دو چراغوں کا نور ملکر کامل ہو جاتا ہے اسی طرح دو خداوں کے نعطائی کئے ہوئے وجود بھی مل کر کامل ہو جائیں گے مگر اس کا کیا علاج ہے کہ تمام اہل عقل اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ خداوندی میں ناقص کا کسی طرح گزر نہیں۔

الحاصل اگر دو خدا کامل الذات اور تمام الصفات ہوتے تو یہ کارخانہ عالم صفحہ ہستی سے مت جاتا پس معلوم ہوا کہ تمام عالم کے لئے ایک ہی خدا ہے اور اس آیت میں اسی دلیل کی طرف اشارہ ہے۔

خدا فرماتا ہے :

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَ تَأْكِيدًا

ترجمہ :

اگر زمین و آسمان میں سوائے خدا کے چند خدا ہوتے تو یقیناً یہ سب
کے سب فنا ہو جاتے۔

دلیل نمبر ۲

عالم کے موجودہ نظام پر نظر ڈالنے سے ہر سمجھدار آدمی یہ سمجھ سکتا
ہے کہ اس عالم کے جس سلسلہ پر نظر ڈالتے ہیں وہ ایک ہی اصل پر جا کر تمام
ہو جاتا ہے۔ روشنی کے سلسلہ کو دیکھ لیجئے کہ وہ آفتاب پر پہنچ کر ختم ہو جاتا
ہے۔ گرمی کے سلسلہ پر نظر ڈالئے کہ آثار آتش پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے عدد
کے سلسلہ کو دیکھ لیجئے کہ الی غیر النهاية پھیلا ہوا ہے۔ مگر تمام سلسلہ کا اختتام
ایک پر ہو جاتا ہے کیونکہ ایک سب کی اصل ہے۔ موجودوں کا سلسلہ پانی پر ختم
ہو جاتا ہے۔ خطوط دائرہ کا سلسلہ مرکز پر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ مرکز تمام
خطوط کے لئے اصل ہے حکام کا سلسلہ بادشاہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

الحاصل عالم میں کوئی سلسلہ ایسا نہیں کہ جو کسی ایک اصل پر ختم نہ
ہوتا ہو پس یہ ناممکن ہے کہ کسی ایک موجود اصلی پر ان موجودات عالم کا
سلسلہ تمام نہ ہو ضروری ہے کوئی ایسا موجود ہو کہ جس کا وجود اصلی اور ذاتی ہو
اور ان تمام موجودات کا وجود اس کا فیض ہو اور وہ ایک ہی ذات ہے جس کے
بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ شَاهِدٌ

يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

یعنی عالم کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو اسکی وحدانیت کی گواہی نہ دیتا ہو۔

دلیل نمبر ۳

اگر دو خدا فرض کئے جائیں اور ہر ایک کامل قدرت اور کامل اختیار کے ساتھ موصوف ہو اور ایک کا رادہ کسی شے کے ایجاد کے متعلق ہو تو سوال یہ ہے کہ دوسرا خدا پہلے خدا کی مخالفت پر قادر ہے یا اسکی موافقت پر مجبور ہے۔

پس اگر دوسرا خدا پہلے خدا کی مخالفت کر سکتا ہے اور پہلے خدا کی تدبیر کو روک سکتا ہے تو یہ دوسرا خدا قادر اور قاہر ہو گا اور پہلا خدا یقیناً عاجز اور قاصر ہو گا اور ظاہر ہے کہ عاجز اور قاصر خدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا خدا وہی ہو سکتا ہے جو ہر طرح سے کامل ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ دوسرا خدا پہلے خدا کی کسی قسم کی مخالفت نہیں کر سکتا بلکہ اسکی موافقت پر مجبور ہے تو یہ دوسرا خدا عاجز اور مجبور ہونے کی وجہ سے خدا نہیں رہ سکتا۔ خدا وہی رہے گا جس کی شان

فعال "لِمَا يُرِيدُ

ترجمہ :

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

ہو کوئی ذرہ برابر بھی اسکی مخالفت نہ کر سکتا ہو۔

دلیل نمبر ۳

اگر دو خدا مانے جائیں تو ظاہر ہے کہ الوہیت میں دونوں مساوی اور مشترک ہونگے۔ اب اس الوہیت کے علاوہ ہر ایک خدا میں کوئی ایسی خاص صفت ہونی چاہیے کہ جس کے ذریعے دونوں میں امتیاز ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلے خدا کو دوسرے خدا سے صفت کمال کے ذریعہ سے امتیاز حاصل ہے یعنی پہلے خدا میں وہ صفت کمال پائی جاتی ہے اور دوسرے خدا میں نہیں پائی جاتی تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دوسرਾ خدا، خدا نہیں رہ سکتا کیونکہ صفت کمال سے خالی ہونا ایک عیب ہے جو کہ الوہیت کے سراسر منافی ہے اور اگر پہلے خدا کو دوسرے خدا سے صفت نقص کے ذریعے سے امتیاز حاصل ہے یا غیر صفت کمال کے ذریعہ سے امتیاز ہے تو اس صورت میں پہلا خدا خدا نہیں رہ سکتا کیونکہ صفت نقص کے ساتھ موصوف ہونا یا صفت کمال سے عاری ہونا شان الوہیت کے بالکل منافی ہے۔

دلیل نمبر ۵

ایک خدا تمیز عالم کے لئے کافی ہے یا نہیں اگر کافی ہے تو دوسرਾ خدا بالکل ضائع اور بیکار یعنی بالکل فالتو جسکی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں اور جسکی کوئی ضرورت نہ ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا کی شان تو یہ ہونی چاہیے

کہ وہ سب سے مستغثی ہو اور تمام عالم اسکا محتاج ہو اور اگر ایک خدا تدبیر کے لئے کافی نہیں تو یہ خدا عاجز ہو گا اور کسی دوسرے خدا کا تدبیر عالم میں محتاج ہو گا اور ظاہر ہے کہ عاجز اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

دلیل نمبر ۶

اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو یہ بتائیے کہ ایک خدا اپنے اسرار کو دوسرے خدا سے پوشیدہ رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر رکھ سکتا ہے تو دوسرے خدا بے خبر اور جاہل ہونے کی وجہ سے خدانہ رہے گا اور اگر یہ خدا اپنے اسرار کو مخفی نہیں رکھ سکتا تو یہ خدا عاجز ہونے کی وجہ سے خدانہ رہے گا۔

دلیل نمبر ۷

شرکت ایک قسم کا عیب ہے اور یکتاںی صفت کمال ہے چنانچہ جب کسی کی مدح کی جاتی ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ آپ یکتاںے زمانہ ہیں بے مثل اور بے نظیر ہیں اور جب خدا کے لئے ہر عیب سے پاک ہونا ضروری ہے تو اس عیب شرکت سے بھی پاک ہونا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۸

اگر خداوند عالم کو وحدہ لا شریک لئے تسلیم کیا جائے اور اسی کو کل عالم کی تدبیر کے لئے کافی نہ سمجھا جائے تو عقلاء و چارکی کوئی حد نہیں اس لئے

کہ جس دلیل سے آپ دو یا چار صانع اور خدا مانیں گے اسی دلیل سے دوسرا شخص خدا کو زائد عدد میں مان سکتا ہے بلکہ اگر کوئی شخص ایک انسان کی ہر حرکت اور سکون کے لئے جدا جدا خدا مان لے تو آپ اس کو عقلاء روک نہیں سکتے۔ خلاصہ یہ تکلا کہ اگر خدا کو ایک نہ مانا جائے تو غیر محدود خدامانے کا ایک دروازہ کھل جائیگا۔

دلیل نمبر ۹

اگر دو یادو سے زائد خدا تسلیم کئے جائیں، ہر خدا کا اپنے وجود خاص پر دلیل قائم کرنے سے عاجز ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ حدوث عالم مطلق وجود صانع پر دلالت کرتا ہے۔ تعدد صانع پر کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا اور اگر بالفرض تعدد صانع پر دلالت کرے بھی تو وہ کسی خاص خدا پر دلالت نہیں کرتا جو دلیل ایک خدا پر پیش کر سکتا ہے وہی دلیل بعینہ دوسرے خد کے وجود پر قائم ہو سکتی ہے۔ لہذا تعدد صانع کی تقدیر پر ہر خدا پر اپنی ذات پر ایسی دلیل قائم کرنے سے کہ جو فقط اسی کی ذات پر دلالت کرے اور دوسرے پر ہرگز دلالت نہ کرے عاجز ہونا لازم آتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰

اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو اس صورت میں یا تو ہر ایک دوسرے کا محتاج ہو گا یا فقط ایک محتاج اور دوسرا مستغنى یا یہ کہ ہر ایک دوسرے سے

مستغنى اور بے نیاز ہو گا۔ پہلی صورت میں کوئی خدا نہ رہیگا۔ اس لئے کہ احتیاج اور نیاز مندی سراسر خدائی کے منافی ہے اور دوسری صورت میں جو محتاج ہو گا وہ خدا نہ رہیگا خدا وہی رہیگا جو سب سے مستغنى اور بے نیاز ہو اور وہ ایک ہی ہے اور تیسری صورت میں کوئی خدا نہ رہیگا اس لئے کہ خدائی شان یہ ہونی چاہیے کہ کوئی اس سے بے نیاز نہ ہو سب اسی کے محتاج اور دست نگر ہوں اس لئے کہ استغنا اور بے نیاز ہی غیر ضروری شے سے ہوا کرتی ہے۔ پس اگر معاذ اللہ خدا سے بھی استغفار اور بے نیازی ممکن ہو تو معاذ اللہ خدا کا غیر ضروری ہونا لازم آتا ہے جو کہ ایک کھلا عیوب ہے اور خدائی ذات سب عیبوں سے پاک ہے۔ اس لئے خدا واحدہ لا شریک لہ ہونا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۱۱

ہم اپنی اجتماعی زندگی میں کسی سیاسی تنظیم کا تصور اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک حاکمیت کو کسی ایک خاص مرکز میں مرکزنة کریں۔ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی محکم تنظیم اجتماعی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ تمام سیاسی تنظیمات میں جمہوریت وہ نظام ہے جس نے حاکمیت کو ایک وسیع دائرہ میں پھیلانے کی کوشش کی ہے تاہم اس میں بھی ایک ایسا نقطہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے جہاں اسکی پھیلی ہوئی حاکمیت سمشتو اور مجتمع ہوتی ہے۔ بہر حال یہ امر بالکل قطعی ہے کہ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی اجتماعی تنظیم کا تصور نہیں

کیا جاسکتا۔ اب غور کرو کہ یہ دنیا تنے بے شمار اجزاء پر مشتمل ہونے کے باوجود نہ صرف قائم ہے بلکہ پوری قوت واستحکام کے ساتھ قائم ہے۔ اس میں مختلف قویٰ کا تصادم بھی ہے اضداد کی آویزش بھی ہے۔ خیر و شر کے معروکے بھی ہیں لیکن یہ دنیا کی کشتی ہے کہ ان موجودوں کے تلاطم کے اندر بچتی سنبھلتی اچھلتی اور کتراتی ہوئی چلی جا رہی ہے اور اس خونی اور صفائی کے ساتھ کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس صورت حال کا مشاہدہ ہم میں سے ہر وہ شخص کر رہا ہے جو اس بادشاہی نظم پر غور کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کونسی بات عقل کے قریب تر ہے کیا مشرکین کا یہ عقیدہ کہ آسمان و زمین کے معبدوں الگ الگ ہیں یا یہ حقیقت کہ ایک ہی ہے جو آسمانوں کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی کیا اسی کائنات سے اس بات کی شہادت مل رہی ہے کہ نور و ظلمت کے الگ الگ اللہ ہیں یا اس بات کی کہ روشنی اور تاریکی دونوں کا نکالنے والا ایک ہی ہے۔ کیا یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ دنیا بے شمار دیوبتاوں کی ایک رزمگاہ ہے۔ یا یہ بات نظر آتی ہے کہ اس سارے نظام کا ناظم اور مدرس صرف اللہ واحد قہار ہے۔ اگر پہلی بات صحیح ہے تو یہ شیرازہ بکھر کیوں نہیں جاتا۔ یہ نظام درہم برہم کیوں نہیں ہوتا۔ عرش والے کے خلاف بغاوت کیوں نہیں ہوتی۔ حاکمیت کے انتشار کے باوجود یہ وحدت کیوں قائم ہے۔

قرآن نے اسکا جواب یہ دیا کہ :

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ، إِلَهٌ“ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا لَا يَتَغَوَّلُونَ إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا سُبْحَانَهُ، وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

ترجمہ :

کہہ دو اگر اس کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو وہ عرش والے سے منازعت کی راہ ڈھونڈتے وہ پاک و برتر ہے ان چیزوں سے جو وہ کہتے ہیں۔

توحید کے اثرات

انفرادی زندگی پر اس کا سب سے زیادہ یہ اثر پڑتا ہے کہ یہی عقیدہ انسان کو آزادی اور حریت کا وہ بلند مقام مختلا ہے جسکا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ تمام کائنات انسان کے لئے پیدا ہوئی ہے لیکن جب تک انسان توحید سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک اسکی رذالت کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں سے ڈرتا اور کانپتا ہے۔ جو چیزیں اسکی اطاعت کے لئے پیدا ہوئی ہیں وہ خود انکی اطاعت کرتا ہے۔ اپنے ہی جیسے انسان کو اپنارب اور آقا بنالیتا ہے۔ غلاموں کی طرح ان کے آگے جھکتا ہے۔ ان کو ان داتا اور خداوند نعمت اور غریب پرور جیسے خطابات سے مخاطب کرتا ہے۔ ان کے لئے ہر طرح کا امر و نہی کا حق تسلیم کرتا ہے۔ ہر چکنے پھر اور اوپر درخت کو اپنا معبود بنالیتا ہے۔ ہر گھنی جھاڑی ہر سنان مقام ہر بہتا دریا ہر اونچا پہاڑ اور ہر ضرر ساں قوت اور نفع بخش طاقت اس کو بندگی کی دعوت دیتی ہے اور ان میں سے کسی کے سامنے جھکتے ہوئے اس کو عار محسوس نہیں ہوتی۔ وہ ایک مرتبہ اپنے مقام سے گر کر برابر گزتا ہی چلا جاتا ہے۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت گزاری میں لگایا وہ اسکی خدمت گزار ہونے کے باوجود یہ نگ گوارا نہیں کرتیں کہ اس کو سجدہ کریں ان کا سجدہ اللہ ہی کے لئے ہے لیکن انسان کی دناءت کا یہ عالم ہے کہ ان سب کا مقصد

ہونے کے باوجود ان میں سے ہر ایک کے در کا نقش سجدہ اسکی پیشانی پر ثبت ہے۔

لیکن توحید کا چمکار آپتے ہی دفعۃ اسکی حالت میں ایسا انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے کہ وہی انسان جس کو ہم نے اس حال میں دیکھا تھا کہ وہ اس دنیا کی ہر چیز سے نیچے تھا اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز اس سے نیچے آجاتی ہے۔ اس تغیر حال کی بہترین مثال ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے مقابلہ کرنے والوں کی سرگزشت میں ملتی ہے۔ جن جادوگروں کو فرعون نے اکٹھا کیا تھا گھڑی بھر پہلے انکی دناءت کا یہ حال تھا کہ میدان مقابلہ میں اترنے سے پہلے اپنی مزدوری کی طرف تے اطمینان کر لینا چاہتے ہیں اور نہایت ذلیل خوشامدانہ انداز میں التجاکرتے ہیں اگر ہم قرآن ہوئے تو مزدوری بھر پور ملے گی نا؟ لیکن زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ توحید کا ایک پرتوپڑتے ہی ان کی طبیعت میں ایسا عظیم تغیر و نما ہوتا ہے کہ فرعون ان کو ایمان لانے پر سخت سخت سزا کی دھمکی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو سولی پر لٹکا دوں گا لیکن ان پر دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ بے دھڑک جواب دیتے ہیں کچھ پرواہ نہیں ہم اپنے رب کے پاس ہی جائیں گے تمہیں جو کچھ کرنا ہے کرو۔ تمہارا بس صرف اس دنیا کی زندگی میں چل سکتا ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک موحد پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ دکھ ہو یا سکھ زندگی ہو یا موت ہر ایک کے آنے اور جانے کا راستہ ایک ہی ہے۔ پس وہ امید و شہم ہر حال میں ایک ہی سے امید رکھتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا مختلف دیوتاؤں اور کار فرماوں کی رزمگاہ نہیں اور ایک ہی عزیزو حکیم ہے جو اپنی قدرت و حکمت سے اس کارخانہ کو چلا رہا ہے اور ممکن نہیں کہ اس کی مشیت کے خلاف اس عالم کے معاملات میں کوئی ایک ذرہ برابر دخل دے سکے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس عالم کا خالق حق ہے۔ اس وجہ سے اس عالم میں باطل مجرد کا وجود نہیں۔ باطل کی حیثیت اس دنیا میں طفیلی کی ہے جو حق کے ساتھ لگ جاتا ہے اور بالواسطہ وہ بھی حق ہی کی خدمت کرتا ہے جس پر یہ راز کھل گیا اس نے دنیا جہان کی دولت پائی۔ اس کا خزانہ لازوال اور اسکی زندگی غیر فانی ہے وہ نہ تو کبھی ہر اساح ہوتا ہے اور نہ کبھی اس کو تنائی دکھ دیتی ہے۔ وہ ایک سدا بہار درخت سے کھاتا ہے اور ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے سے آسودہ حال رہتا ہے۔ اس کا دماغِ مصیبت و راحت ہر حال میں متوازن رہتا ہے اور تنگی اور فراخی کوئی حالت بھی ان کے دل کے اطمینان کو درہم برہم نہیں کرتی۔ نہ گھبرا تا ہے نہ مایوس ہوتا ہے۔ نہ اکڑتا ہے اور نہ فخر کرتا ہے جس خندہ پیشانی سے وہ آرام کی گھریوں کا انتظار کرتا ہے اسی شادمانی کے ساتھ وہ آزمائشوں اور مصائب و آلام کا خیر مقدم کرتا ہے۔

اسی طرح توحید کا اجتماعی اثر بھی نہایت گرا ہے۔ انسانی معاشرے کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے۔ مذہب اور خاندان۔ مذہب کی بنیاد توحید یعنی صرف اللہ کے قوانین پر عمل کیا جائے۔ خاندان کی بنیاد یہ ہے کہ سب ایک آدم کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقيت نہیں اگر ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔ پہلی چیز نے دنیا کو خداوں کے تعدد سے نجات دی اور دوسری چیز نے خاندان کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ سارے انسان ایک خدا کے بندے ایک آدم کے بیٹے ہیں۔ سب کے لئے یکساں قانون عدل قانون مساوات اور ایک ہی نظام ہے۔

عرفان رباني کی ناطق دلیل

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ، بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ، عَلَى الْدِينِ

کلِّهِ۔

ترجمہ:

وہ وہی ہے جس نے بھجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ اسے غالب کر دے تمام ادیان پر۔

سب سے پہلے توبات یہ ہے کہ ”ہو“ ضمیر ہے۔ یہ بھی اسم ہے۔ ”الذی“ اسم موصول ہے لیکن یہ بھی اسم یاد رکھئے کہ ضمیر ہو یا موصول یہ دونوں اسم مبہم ہوتے ہیں ان میں پوشیدگی ہوتی ہے۔ ”ہو“ وہ اب آپ کو کوئی پستہ نہ چلا کہ کونسی ذات

تو ضمیر میں بھی ابہام ہوتا ہے اور موصول میں بھی ابہام ہوتا ہے۔

ضمیر کا ابہام مرجع سے دور ہوتا ہے۔ جدھر ضمیر لوٹی ہے تو معلوم ہوا کہ مرجع ضمیر سے ضمیر کا ابہام دور ہو گا۔ مثلاً میں کہوں کہ زید آیا اور اس نے کہا۔

”اس نے“ یہ لفظ ”اس“ ضمیر ہے اب اسکا مرجع ہے زید جب تک

زید نہ ہو ضمیر کا پتہ نہیں چلتا اور اسکی پوشیدگی دور نہیں ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ ضمیر کی پوشیدگی مرجع سے دور ہوتی ہے اور اسم موصول میں جو ابہام اور پوشیدگی ہے وہ صلے سے دور ہوتی ہے۔ صلہ اسم موصول کے ابہام کو دور کرنے کے لئے اور مرجع ضمیر کی پوشیدگی دور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”هو الذی“ - ”هو“ ضمیر

”الذی“ اسم موصول

اللہ تعالیٰ نے دونوں اسم بہم بیان فرمائے۔ اب پتہ نہیں چلتا کہ ”هو“ کون اور ”الذی“ کون ہے۔ توبھئی بات یہ ہے کہ موصول کا ابہام صلے سے دور ہوتا ہے اور وہ موصول کہ ضمیر کا مصدق بھی وہی ہے تو جب اسکا ابہام دور ہو گا تو ضمیر کا ابہام خود مخود دور ہو جائیگا۔

ارشاد ہوتا ہے:

”الذی“ یہ الذی اسم موصول ہے اور اس کا صلہ ہے

أَرْسَلَ رَسُولَهُ، بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

ترجمہ:

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

مقصد کیا ہے کہ جس طرح موصول کا ابہام صلے کے بغیر دور نہیں ہوتا جس طرح ضمیر کا ابہام مرجع کے بغیر دور نہیں ہو گا تو اللہ کی معرفت میں تمہیں جو ابہام پڑ گیا ہے وہ رسول کے بغیر دور نہیں ہو گا۔ مرجع کے بغیر ضمیر کی پہچان نہیں ہوتی۔ صلہ کے بغیر موصول کا پتہ نہیں چلتا اور رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا۔

آپ کہیں گے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا۔

قرآن کریم تو کہتا ہے :

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِلَافِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لَآيَاتٍ
لِّأُولَى الْأَلْبَابِ۔

ترجمہ :

بے شک آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے اور رات دن کے بد لئے میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

امور کائنات کا ہر ذرہ قدرت خداوندی کا نشان ہے اور نشان سے اگر پتہ نہ چلے تو وہ نشان کساتو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ بغیر رسول کے خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ گھاس کا ایک تکا بھی خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے۔ چاند

سورج یہ دن رات کی گردشیں ہوائیں سمندر پھاڑ نباتات جمادات معدنیات
موالید عناصر معانی اعراض جواہر اور جملہ کائنات ایک ایک ذرہ خدا کی
قدرت اور خدا کی معرفت کا نشان ہے اور نشان وہ ہوتا ہے جس سے کسی کا پتہ
چلتا ہے۔ ہم چاند کو دیکھتے ہیں ہمیں خدا کا پتہ چلتا ہے۔ ہر مصنوع سے صانع کا
پتہ چلتا ہے۔ ہر مخلوق سے خالق کا پتہ چلتا ہے تو تم کیسے کہتے ہو کہ رسول کے
بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔

اس میں شک نہیں کہ کائنات کا ہر ذرہ خدا کی معرفت کا نشان ہے اور
نشانی وہی ہوتی ہے جس سے کسی چیز کا پتہ چلتا ہے۔ نشانی نشان والے کے لئے
دلیل ہے۔ سورج کی دھوپ سورج کے لئے دلیل ہے۔ چاند کی روشنی چاند
کے لئے دلیل ہے۔ تو کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی ہستی کی دلیل ہے۔ اسکی
قدرت اور صفات کا نشان ہے۔ لیکن دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک خاموش
دلیل اور ایک ناطق دلیل۔

کائنات کا ہر ذرہ خدا کی ذات کی دلیل ہے۔ خدا کی ہستی کا نشان ہے
لیکن یہ وہ نشان اور دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان
دلیلوں کو دعویٰ بنادیا تب بھی یہ دلیلیں خاموش رہیں کیا چاند نے اپنے پوچھنے
والوں کو کہا ہے تو فرم مجھے پوچھتے ہو میں تو دلیل ہوں تم دعویٰ کو تسلیم کرو اور
دعویٰ کو پوچھو تو بھئی چاند کبھی نہیں بولا سورج نہیں بولا پھر وہ کو لوگوں نے

پوچھر نہیں بولے آگ کو پوچادرختوں اور جانوروں کو پوچایہ نہ بولے یہ سب دلیلیں تو تھیں مگر خاموش دلیلیں تھیں۔ لوگ پوچتے رہے ہی یہ خاموش رہیں اور ناطق دلیل تو فقط ایک ذات مصطفیٰ ﷺ ہے اور یقین کیجئے کہ میرے آقا و مولا تا جدار مدینہ سرور قلب و سینہ حضرت محمد ﷺ ایسی ناطق دلیل ہیں کہ جو خاموش دلیل انکے دامن میں آئی وہ بھی ناطق ہو گئی۔

بتائیے کیا پچھر ناطق ہیں یقیناً نہیں لیکن ابو جمل جب پچھرا پنے ہاتھ میں لایا تو ناطق ہوئے یا نہیں۔ مجھ سے اگر پوچھو تو میں کہون گا کہ چاند بھی ناطق ہوا اور سورج بھی ناطق ہوا۔ مگر نطق ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا اور اس کے اندر حکمتیں ہیں اگر چاند کے اندر سے آواز آئی لوگ سمجھتے کہ پتہ نہیں یہ آواز کہاں سے آئی چاند سے ایسی کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں بلکہ چاند کو ایسے ناطق کیا کہ اپنے محبوب کو حکم دیا کہ میرے پیارے تو اپنی انگلی اٹھا دے۔ حضور علیہ السلام نے انگلی اٹھائی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایمان سے کہنا یہ اسکا ناطق ہونا نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ چاند نے ناطق ہو کر بتا دیا کہ اگر محمد رسول اللہ پچھے رسول نہ ہوتے تو میں دو ٹکڑے کیسے ہوتا۔ اگر سورج سے کوئی ایسی آواز آجائی تو لوگ گھبرا جاتے۔ دھوکے میں پڑ جاتے کہ پتہ نہیں یہ آواز کس کی ہے کہاں سے آئی ہے۔ یہ کیسے یقین ہو کہ سورج بول رہا ہے لیکن جب میرے آقا سرور کو نہیں ﷺ نے منزل صہبا پر ڈوبے سورج

کواشارہ کیا توحید یہ پاک میں آتا ہے :

عن اسماء بنت عمیس ان النبی ﷺ کان یو حی الیه وراسه
فی حجر علی فلم يصل العصر حتی غربت الشمسم فقال رسول الله
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصلیت یاعلی قال لاققال اللہم انه کان فی طاعتك وطاعة
رسولک فارددعلیه الشمسم قالت اسماء فرأيتها غربت ثم رأيتها
طلعت بعد ما غربت ووقفت على الجبال والارض وذاك بالصہباء
فی خیر۔

ترجمہ :

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ خیر
میں صہباء کے مقام پر سید دو عالم ﷺ حضرت علی کی گود میں سر مبارک
رکھ کر آرام فرمائے تھے اور حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہو رہی تھی۔
سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی نے ابھی نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ رسول
خدا نے فرمایا: اے علی کیا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ حضرت مولا علی نے عرض
کی نہیں تو رسول خدا نے دعا کی یا اللہ پیارے علی تیری اور تیرے رسول کی
اطاعت میں تھے۔ لہذا سورج کو واپس لوٹا دے۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ سورج غروب

ہو چکا تھا۔ پھر سورج واپس آیا میں اور پہاڑوں پر دھوپ چمگی۔
 اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو بھیر لیا
 گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے
 اگر یہاں پر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ حضرت علی المرتضی
 رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہوئی تو سورج واپس آگیا لیکن غزوہ خندق کے
 موقع پر حضور سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضا ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 قضا نمازوں کے لئے سورج واپس نہیں آیا کیا وجہ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ
 حضور کی زندگی تمام قیامت تک آنے والے مومنوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

قرآن کرتا ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ " حَسَنَة "

ترجمہ :

تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لئے ڈوباسورج واپس آ جاتا تو قیامت تک کے مسلمانوں کی قضا نمازوں کے لئے سورج واپس آتا اور یہ اللہ کی حکمت کے خلاف تھا۔

بہر حال حضرت علی کی قضا نماز کے لئے ڈوباسورج واپس آیا۔

در حقیقت سورج بھی خدا کی ہستی کی ایک دلیل ہے مگر ایسی خاموش دلیل ہے کہ لوگ سورج کو پوچھتے رہے اس دلیل کو دعویٰ بناتے رہے مگر سورج کچھ نہیں لیکن حضور سرور کائنات کی یہ شان کہ جو خاموش دلیل آپکی پناہ میں آئے وہ ناطق ہو جاتی ہے۔ سورج نے حضور ﷺ کے اشارے سے واپس آکر گوپا یہ کہا کہ اگر آپ اللہ کے برحق رسول نہ ہوتے تو میں ان کے اشارے سے واپس نہ آتا۔

پس پتہ چلا کہ حضور سرور کو نہیں ناطق دلیل ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی خاموش دلیل ہے اور اگر ذات مصطفیٰ ﷺ جو کہ خدا کی ہستی پر ناطق دلیل اتم ہیں ان چیزوں کو دلیل نہ بتاتی تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ یہ دلیل ہیں یا نہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے عقلااء ان دلیلوں کو دعویٰ بناتے رہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں لیکن ان کا دلیل ہونا بھی جبیب خدا ﷺ کا مر ہون منت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا کہ یہ دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان سے کہلوا�ا:

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَآخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ إِلَّا وُلِّيَ الْأَلْبَابُ۔

ترجمہ:

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے بدلنے

میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

پیارے محبوب تو خدا کی وہ ناطق دلیل ہے کہ ان دلیلوں کے دلیل ہونے کا نطق بھی تو نے کیا اور یہ خاموش دلیلیں بھی تیری بارگاہ میں آکر ناطق ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اصل دلیل تو حضور ﷺ ہیں اور باقی حضور علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر دلیل ہوئیں اور اصل کے بغیر فرع کا وجود نہیں اور جب اصل کے بغیر فرع ہوتی نہیں تو کوئی دلیل رسول کے بعینہ ہوئی اور دلیل نہ ہو تو دعویٰ کا پتہ نہیں چلتا۔ گویا حضور ﷺ نہ ہوتے تو خدا کا پتہ نہ چلتا۔

انسانوں نے مظاہر کائنات کی پوجا کیوں کی۔ انسان کی فطرت میں خدا کی محبت تھی اور جسکی محبت تھی اسکو پوجنا چاہئے تھا یہ کیا کہ فطرت میں تو خدا کی محبت ہو اور پوجا کرے چاند اور سورج کی بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ یہ دو باتیں ذہن میں یکجا جمع نہیں ہوتیں کہ انسان کے دل میں محبت تو خدا کی ہو اور پوجے غیر خدا کو۔ انسان کو انسان کہتے ہیں اس لئے کہ وہ "آنس" سے بنا ہے اور "آنس" کے معنی ہیں کہ اس نے محبت کی اور محبت کس سے کی اسی بنانے والے سے محبت کی تو انسان کہتے ہی اس کو ہیں کہ بنانے والے کی محبت اپنی فطرت میں رکھتا ہو بلکہ انسان کی فطرت کا جو ہر ہی خدا کی محبت ہے۔ خدا

کا انس ہے کیونکہ اسی "انس" سے تودہ ہنا ہے۔

عالم ارواح میں خداتعالا نے تمام روحوں کو فرمایا "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خداتعالا کی روپیت کا اعتراف و اقرار کیا پھر تمام رسولوں نے نبیوں نے صدیقوں نے شہیدوں نے صالحین نے اغوات نے اقطاب نے ابدال نے نقباء نے تمام مخصوصین نے مومنین نے مومنات نے عارفین نے عارفات نے سالکین نے سالکات نے سب نے کہا "بلی" پہلے بلی کا نعرہ سرور کائنات نے لگایا پھر حضور علیہ السلام کے نعرے پر سب نے بلی کا نعرہ لگایا اور سب نے کہا کیوں نہیں ضرور تو ہمارا رب ہے اور جب یہ جسم یہاں آیا اور روح اس میں آئی توروح نے کہا جسکی روپیت کا اقرار میں نے عالم ارواح میں کیا تھا وہ ہے کہا؟

اب کسی نے چاند کی طرف نظر اٹھا کر اسے تلاش کیا کسی نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر تلاش کیا کسی نے عناظر میں تلاش کیا کسی نے پہاڑوں میں تلاش کیا۔ بس محبت ہے جو اس کو لئے پھرتی ہے جو کبھی آسمانوں کی جستجو کراتی ہے کبھی زمینوں کی جستجو کراتی ہے کبھی پانی کی جستجو کراتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ تلاش کرو اس محبوب کو جسکی روپیت کا اعتراف کیا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ محبت تو مجبور کریگی کہ محبوب کی تلاش کرو لیکن

کامیابی ضروری نہیں کامیابی جب ہی ہوگی جب تلاش کا ذریعہ صحیح اور درست ہوگا اور اگر تلاش کا ذریعہ غلط ہے تو تلاش جاری رہے مگر کامیابی نہیں ہوگی۔

ایک مثال ملاحظہ ہو۔

ایک پیالی میں چائے رکھی ہے اور آپ کو معلوم نہیں کہ اس میں چینی ہے یا نہیں تو آپ اس کو دیکھتے رہیں کیا صرف دیکھتے رہنے سے پتہ چل جائیگا کہ اس میں چینی ہے بالکل معلوم نہیں ہوگا آپ اپنے کان میں ڈالیں کہ شاید چینی کی آواز کان میں آجائے تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا۔ آپ اس میں انگلی ڈالیں کہ شاید انگلی کو پتہ چل جائے کہ چینی ہے یا نہیں۔ ہزار برس گزر جائیں تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہوگی۔ کامیابی اس وقت ہوگی جب ایک گھونٹ چائے پی جائیگی۔ قوت ذاتیہ سے مس ہوگا تو قوت ذاتیہ بتادے گی کہ چینی ہے یا نہیں۔

ہر انسان اسی محبت کے فطری تقاضے کی بناء پر اس رب کو تلاش کر رہا ہے کہ جس کو بلی کہہ کر رب مانا تھا وہ کہاں ہے تو تلاش کا ذریعہ جس نے عقل کو بنایا وہ دہریہ ہو گئے اور جس نے حواس کو بنایا وہ مظاہر پرست ہو گئے۔

یہ بات خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ حصول علم کے تین ذریعے ہیں۔

حوالہ خمسہ - عقل اور خبر صادق

حوالہ خمسہ میں قوت باصرہ قوت سامعہ قوت ذاتیہ قوت شامہ اور قوت لامسہ شامل ہیں۔ آنکھ کا کام ہے مبصرات کی صور توں کو دیکھنا کان کا کام ہے مسموعات تک رسائی حاصل کرنا قوت ذاتیہ کی رسائی مذوقات تک ہے قوت شامہ کی رسائی مشومات تک ہے اور قوت لامسہ کی رسائی ملموسات تک ہے۔

آنکھ جس چیز کو دیکھتی ہے اس کا احاطہ کر لیتی ہے اور جو احاطے میں آجائے وہ محدود ہو گی اور جو چیز محدود ہو گی وہ خدا نہیں ہو سکتی اور جو خدا ہو گا وہ محدود نہیں ہو سکتا۔ خدا غیر محدود ہے۔ لہذا اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح باقی قوتوں کا حال ہے یعنی خدا نہ سونگھا جا سکتا ہے نہ پھوٹھا جا سکتا ہے نہ معاذ اللہ چکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی سنا جا سکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ خدا کی پہچان حوالہ خمسہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

دوسراء ذریعہ ہے عقل اس سے بھی خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اکثر اوقات دھوکہ کھا جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر گاڑی میں سوار ہوں اور وہ سٹیشن پر کھڑی ہو اور اسکے ساتھ کوئی اور گاڑی آکر ٹھہر جائے اور بعد میں وہ چلنے لگے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہماری گاڑی چل رہی ہے۔ اسی طرح چاند بادلوں میں آجائے اور بادل چل رہے ہوں تو ہمیں

محسوس ہوتا ہے کہ چاند دوڑ رہا ہے۔ علاوہ ازیں اگر عقل سے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی تو اہلیان امریکہ یورپ اور روس سب عارف باللہ ہوتے کیونکہ انہوں نے اپنی عقل سے ایسی ایجادات کی ہیں کہ ہماری عقليں حیران ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کو عرفان الہی کی ہوا تک نہیں گئی۔

ثابت ہوا کہ حواس خمسہ اور عقل معرفت الہی کا ذریعہ نہیں ہاں ان سے حصول معرفت الہی میں مدد لی جاسکتی ہے لیکن ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حواس خمسہ ناقص ہیں اور عقل ناتمام ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ خدا کامل ہے عقل ناقص ہے وہ لامتناہی ہے حواس تناہی ہیں خدا لا محدود ہے اگر لا محدود کو تلاش کرنے کا ذریعہ محدود کو اور لامتناہی کو تلاش کرنے کا ذریعہ لامتناہی کو اور کامل کے لئے ناقص کو ذریعہ بنالیا جائے تو حصول مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کامیاب وہ ہو گا جس نے صحیح ذریعہ اختیار کیا اور درست اور صحیح ذریعہ خدا کی معرفت کا ہے۔

خبر صادق اور خبر صادق کا ذریعہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اگر خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے تو صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے اور ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ جس کسی نے بھی آپ کی ذات کو چھوڑ کر خدا کی تلاش کرنی چاہی وہ ساری عمر قعر ضلالت میں سرگردان رہے گا کامیاب اسی وقت ہو گی جب دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو جائیگا۔

فیض پہنچارضا احمدپاک سے

درستہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے

ترے منہ سے ذکر خدا ہے محمد ﷺ

وجودباری تعالیٰ کے اثبات کے لئے تین طرح کے دلائل پیش کئے جائیں گے۔

آفاقتی دلائل

نفسی دلائل

عقلی دلائل

آفاقتی دلائل

دلیل نمبر ا

کمال قدرت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالجَرَادَ وَالقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ
آیاتِ مُفَصَّلَاتٍ۔

ترجمہ :

پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ڈیاں اور چیچڑیاں اور مینڈک اور خون کے یہ سب کھلے معجزات تھے۔

جب قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے انکار

کر دیا اور سارے میجھات کو جادو بنتا یا اور بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کے لئے عذاب کی دعا مانگی۔ حق تعالیٰ نے فرعونیوں کے لئے پانی کا عذاب نازل کیا۔ کالا ابر آیا سات رات دن تک برابر باش ہوتی رہی۔ فرعونیوں کے گھر پانی کے چشتے میں گئے ہر عورت و مرد کے گلے گلے تک گھروں میں پانی کھڑا ہو گیا جو شخص ذرا جھکا فوراً ڈوب گیا۔ سیدھا کھڑا رہا زندہ رہا سارے باغ اور کھیت غرق ہو گئے۔ ایک ہفتہ برابر عذاب آتا رہا مگر بنی اسرائیل کے گھر قبطیوں کے محلہ میں برابر دیوار سے دیوار ملی ہوئی ہے لیکن خدا کی قدرت برابر کا گھر پانی سے بھر اہوا ہے خوب زور سے پینہ بر سلاہ ہا ہے اندھیرا ہو رہا ہے اس کے پاس ہی مسلمان کا گھر سوکھا پڑا ہے۔ دھوپ نکلی رہی ہے ایک قطرہ اس طوفان کے پانی کا اس گھر میں موجود نہیں۔ قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے معتذرت کی جسکی بنا پر ساتویں دن عذاب روفع ہو گیا مگر پھر وہی سرکشی کرنے لگے ایک ممینہ کے بعد دوسرا عذاب ٹڈیوں کا نازل ہوا قبطیوں کے سارے باغ کھیت ہر ایک قسم کی ہر چیز چاٹ لی انہی کھیتوں کے پاس بنی اسرائیل کے کھیت اور باغ تھے وہاں کسی ایک ٹڈی کا نام بھی نہ تھا اگر کسی کافرنے نے کچھ ٹڈیاں اپنے کھیت میں سے پکڑ کر مسلمان کے کھیت میں ڈال دیں تو وہ ٹڈیاں فوراً وہاں سے اڑ کر پھر کسی کافر کے کھیت میں جا پڑیں اگر کوئی درخت مسلمان اور کافر کی شرکت

میں تھا تو مذیوں نے اس درخت کو آدھا کھالیا اور آدھا چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر کافرنے کے لئے مسلمان مذیوں نے درخت کا جو حصہ کھایا ہے وہ تیرا جو چھوڑا ہے وہ میرا ہے۔ یہ کہتے ہی فوراً مذیوں نے اس آدھے باقی کو بھی کھالیا اور وہ آدھا مذیوں کا کھایا ہوا پھر دوبارہ ہرا ہو گیا۔ سات دن تک یہ عذاب رہا جب قبطی بہت روئے اور اقرار کیا کہ اب ہم ضرور مسلمان ہو جائیں گے اے موسیٰ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس عذات کو رفع کر دے۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی وہ مذیاں فوراً غائب ہو گئیں۔ مگر پھر وہ انکار سرکشی کفر شروع کر دیا۔ اب پھر حضرت موسیٰ کی دعا کے نتیجے میں چیخڑیوں کا عذاب نازل ہوا جو تمام قبطیوں کے خون کو چوں گئیں۔ سارے جسم حتیٰ کہ آنکھوں کی پلکوں تک میں لپٹ گئیں لیکن کوئی چیخڑی مسلمان کے پاس نہ جاتی تھی۔ اہل ایمان بالکل امن میں تھے اس کے بعد مینڈ کوں کا عذاب نازل ہوا جو فرعونیوں کے گھروں میں بھر گئے ہر طرح کی کھانے پینے کی چیز میں گر جاتے اور خراب کر دیتے مگر اہل ایمان بنی اسرائیل لوگ قبطیوں کے پاس بیٹھے رہتے انہیں ملطوق نہ ستاتے نہ ان کے گھروں میں کوئی مینڈ ک نظر آتا نہ انکا کھانا خراب کرتا۔ یہ لوگ رحمت خداوندی کے سایے میں اور ایمان کے امن کے گنبد میں آرام سے بیٹھتے تھے۔

پھر ان کے بعد قبطیوں پر خون کا عذاب نازل ہوا۔ دریائے نیل جسکا

اہل مصر پانی پیتے تھے وہ سارے کاسارا قبطیوں کے لئے نہایت کالا بدیودار خون بن گیا۔ سارے کنویں خون کے ہو گئے۔ قبطیوں کے پانی کے منکر اور برتن خون سے بھر گئے۔ اسی پانی کو اگر مسلمان پیتے اور بھرتے تو ان کے لئے وہ صاف و شفاف شیر میں پانی تھا دو آنکھیں ایک میں لہر بھر دوسری میں خدا کا قدر اگر کسی کنویں پر مسلمان اور کافر پانی بھرتے ہیں تو کافر کے ڈول میں کالا خون مسلمان کے ڈول میں صاف پانی آتا تھا۔ ایک دن فرعون نے ایک قبطی اور ایک مسلمان کو اپنے دربار میں بلا یا ایک برتن میں پانی بھر اپھر دونوں سے کما اس میں سے اپنے اپنے چلو میں اٹھا کر پانی پیو جو چلو مسلمان اٹھاتا وہ پانی تھا جو کافر اٹھاتا وہ خون تھا۔ پھر فرعون نے حکم دیا تم دونوں اسی برتن سے منه لگا کر پیو کافر شخص اس طرف مسلمان اُس طرف اس برتن پر جھک گئے۔ ایک طرف پانی دوسری طرف خون ہے جو پانی کافر اپنے منه سے کھینچ رہا ہے وہ خون ہے اور جو مسلمان کی جانب ہے وہ صاف پانی ہے پھر فرعون نے حکم دیا اے اسرا ایلی تو اپنے منه میں پانی بھر بھڑوہ کلی قبطی کے منه میں ڈال مسلمان نے اپنے منه میں پانی لیا پھر منه کی کلی قبطی کے منه میں ڈال دی قبطی کے منه کے قریب پہنچتے ہی پانی خون بن گیا۔ ادھر پانی ادھر خون سات دن تک قبطیوں پر یہ عذاب مسلط رہا۔ پھر جب یہ لوگ بہت روئے اور حضرت موسیٰ سے التجا کی تو آپکی دعا سے خدا نے انہیں معاف فرمادیا اور عذاب رفع ہو گیا

لیکن قدرتِ مولیٰ کا تماشہ آنکھوں سے نظر آگیا ایک دریائے نیل ہے کہیں
قدِ مصری ہے کہیں زہر ہے کہیں طوفان کہیں امن و امان کہیں دھوپ ہے
کہیں گرے باول کہیں موسم خشک کہیں موسلادھار بارش ایک ہی کھیت کے
بعض حصے پر رحمت پروردگار دوسرا حصہ عذاب الٰہی کا شکار۔ یہ خدا کی ہستی کا
کتنا بڑا عظیم ثبوت ہے۔ (۲۲۶/۲ معالم التنزیل)

دلیل نمبر ۲

ارض و سماء کا مر بوط انتظام

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

ترجمہ :

اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر
چیز کو خدا نے اس طرح بنایا جس طرح اسے ہنانا چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ اپنے تخلیق
کے مقاصد کو صحیح طریقے سے انجام دے سکے کائنات کی کسی چھوٹی سے
چھوٹی چیز میں غور کریں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا
جیسی ہے۔

نیویارک کے ایک سائنسدان نے لکھا ہے :

زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اسکی رفتار ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تورات کی سردی اسے منجد کر کے رکھ دیتی۔ سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہائیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی حرارت اس قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے لیکن اگر سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری کی بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اسکی تمثالت سے جل کر راکھ ہو جاتی۔ زمین کا جھکاؤ تینیس درجہ کا زاویہ بناتا ہے اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب و قفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زوز سے برفباری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں موجز راس شدت سے آتا کہ پہاڑوں کو بھی بہا کر لے جاتا۔ اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آسیجن بھی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر

چند فٹ اور گھرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسایڈ اور آئسینجن صرف ہو جاتی اور روئے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا۔ اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کارخانہ ہستی اتفاقاً معرض وجود میں نہیں آیا بلکہ ایک حکیم و دانا خالق نے اسکی تخلیق فرمائی ہے۔ ورنہ زندگی کا کوئی

امکان نہ تھا۔  Reader's Digest Oct:1960 

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل واکرے کوئی

دلیل نمبر سیم

زمین کی رونق

خد تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۚ وَمِنْ كُلِّ
الثُّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَارَ وَجِينَ أَثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۖ إِنَّ فِي ذَالِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔

ترجمہ :

اور وہ وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور بنا دئے اس میں پہاڑ اور دریا اور ہر قسم کے پھلوں میں سے دو دو جوڑے بنادئے وہ ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو بے شک ان تمام چیزوں میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو

غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

زمین

زمین کا وسیع و عریض فرش بھایا جس پر لوگ آسانی سے چل پھر سکتے ہیں۔ زمین نرم اتنی کہ انگلی سے کریدی جاسکے اور سخت اتنی کہ کئی کئی منزلہ عمارات کا بوجھ آسانی سے اٹھائے۔ زمین مختلف پیداوار کا خزانہ ہے۔ معدنیات بناتاں جمادات انسانات حیوانات مفردات اور مرکبات کی ماں ہے۔ مخلوقات کی ضروریات کا مخزن ہے۔ پھل پھول اور جڑی یوں یوں کی رو سیدگی کی جگہ غرض کہ زمین ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

پہاڑ

جگہ جگہ پہاڑوں کا قائم کر دینا بھی اسکی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہے کس طرح ان کو بلند کیا اور ایک جگہ پر ان کو مستحکم کر دیا جن میں ان گنت معدنیات کے خزانے پیدا کر دیئے۔ کہیں سے کوئی نکل رہا ہے کہیں سے سونا برآمد ہو رہا ہے۔ کہیں سے تانبہ کہیں سے کچھ اور کہیں سے کچھ۔

زمین کو چونے سلفور ک ایسڈ ناٹرک ایسڈ اور پوٹاش کی ضرورت ہوتی ہے یہ چیزیں عموماً پہاڑوں میں ملتی ہیں پہاڑوں پر برف جنمی ہے جو پھل

کر پہاڑی شگافوں میں چلی جاتی ہے اور جب یہ پانی چشمہ بن کر کہیں سے نکلتا ہے تو پوٹاش اور سلفر ہمراہ لاتا ہے۔ یہ چشمے دریابنے اور دریانہروں میں بٹ کر ہمارے کھیتوں میں پہنچے اور اس طرح ہماری ایک اہم ضرورت پوری ہو گئی۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

الَّمْ تَرَأَنَ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ، يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ
يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا لِّوَانِهَا۔

ترجمہ :

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ پس زمین میں چشمے جاری کئے اور ان چشموں سے رنگ برنگ کھیتیاں نمودار ہوئیں۔

پھل

پھلوں کی اقسام کا شمار آسان نہیں۔ ان میں رنگ و بوذا نقہ اور تاثیر کا جو بے پناہ فرق ہے وہ کبھی بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں اگر آپ بیک وقت قدرت کی ان تمام نیرنگیوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں تو ایک قسم کے پھل کو ہی لجھئے۔ ایک ہی زمین ہے ایک ہی موسم ہے ایک ہی چشمے کے پانی سے آپاٹی ہوتی رہی ہے لیکن پھر بھی ان میں یکساںیت نہیں کوئی انتہائی شیریں ہے کوئی بے حد ترش کسی کارنگ سبز ہے کسی کا زرد کوئی عمدہ کوئی ردی سوچوان

میں رنگ و بوذا کا قہ تاثیر کا یہ تقاوٹ کہاں سے آیا طبعی اسباب تو یہاں تھے معلوم ہوا ان تمام طبعی عوامل کے پیچھے کوئی اور قوت کا فرمائے جس کا حکم سب پر غالب ہے۔ اسباب میں اثر بھی اسی نے رکھا ہے اور اثر کا ظہور بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۳

کارخانہ قدرت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخَلَافِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارِ
وَالفُلْكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يُنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ
مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفٍ
الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔

ترجمہ :

بے شک آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لیکر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان و زمین کے پیچ میں حکم کا باندھا ہے۔ ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہیں جو خدا کی ہستی کا پتہ دیتی ہیں۔

آسمان و زمین کی پیدائش

آسمان ۹ ہیں۔ فلک قراس پر فلک عطارد پھر فلک زہرہ پھر فلک شس پھر فلک مرخ پھر فلک مشتری پھر فلک حل پھر فلک ثوابت جسے ہماری شریعت میں کرسی کہتے ہیں پھر فلک اعظم یعنی عرش۔ ان میں مختلف اور رنگ برلنگے تارے کہ پہلے آسمان پر چاند دوسرے پر عطارد تیسرے پر زہرہ وغیرہ پھر ان تاروں کی روشنی اور رنگ مختلف ہیں کہ زہرہ سفید حل مائل بہ سیاہ مشتری سنری مرخ عطارد پیلا چاند سفید مگر اس میں سیاہی سورج بالکل صاب اسی طرح ان آسمانوں کی حرکتیں مختلف فلک اعظم یعنی عرش کی حرکت مشرق سے مغرب کی طرف باقی کی مغرب سے مشرق کی طرف مختلف آسمانوں سے مختلف انبیاء کرام کو تعلق ہے۔

اسی طرح زمین ہے کہ قدرت خداوندی کی عظیم نشانی ہے اسکا کچھ حصہ پانی سے باہر ہے اور بہت سا سمندر کے نیچے اس اوپر کے حصے کو جانوروں اور انسانوں کی قیام گاہ بنایا اس زمین پر کہیں اناج کی پیداوار کہیں سبزہ زار کہیں آبادی کہیں جنگل کہیں دریا نہریں کہیں سونے چاندی کی کانیں کہیں پہاڑ کہیں غار کہیں بالکل کھاریہ زمین مخلوق کی غلامظت اور ظلم برداشت کرے شاہ

گدا کو روئی دے لیکن کسی پر احسان نہ کرے اسی سے آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوتی اسی پر بندوں کی سجدہ گاہ اسی پر انبیاء علیہم السلام کی قبریں غرض سے ایک زمین اور اس میں صد ہاتھا صیتیں اور تاثیریں ہیں پنجاب کی زمین ہر قسم کے پھل اور پھول آگاہ سکتی ہے۔ کشمیر پھلوں کی بنا پر جنت نظیر کھلاتا ہے۔ عرب میں کھجور کثرت سے ہوتی ہے۔

رات اور دن

ان کا آپس میں ذاتی اختلاف ہے رات تاریک ہے دن روشن ہے رات سرد دن گرم دونوں میں بظاہر عدم اوت مگر پھر ان میں ایسا اتفاق کہ کبھی رات اپنا ایک حصہ دن کو بخش دے اور خود گھٹ کر اسے بڑھادے کبھی اس کے عوض دن اپنا کچھ حصہ رات کو عطا کر کے اسے بڑھا کر خود گھٹ جائے غرض سے دونوں آپس میں ایک دوسرے کے مخالف مگر دونوں مل کر خلق خدا کے خدمت گار رات سب کو سلا کر موت کا نمونہ قائم کرے دن سب کو جگا کر زندگی بعد موت کا مزہ چکھائے یہ تمام باتیں بغیر قادر حکیم کے ناممکن ہیں۔

کشتی کا دریا میں تیرنا

یہ بھی ایک عجیب چیز ہے پانی ہلکی سی چیز کو بھی نہیں اٹھاتا لوہے کا معمولی سائل کڑا بھی اس میں نہیں ٹھہرتا مگر کئی ٹن وزنی جہاز کئی من وزن لیکر

بنکے کی طرح تیرتا پھرتا ہے۔ پھر قدرت نے بعض چیزوں بعض ملکوں میں کثرت سے پیدا کیں اور بعض ملکوں میں ان چیزوں کی قلت کر دی تاکہ قلت والے علاقوں میں وہ اشیاء عبد ریعہ بحری جہاز پہنچ سکیں۔

بارش

بارش پانی کا خزانہ ہے سمندر زمین پر ہے مگر اسے ہوا بنا کر قدرت نے اوپر اڑایا پھر وہاں سے پانی بنا کر نیچے ٹکایا اور تلخی وغیرہ دور کر کے اسے پینے اور کھیت کو سیراب کرنے کے قابل بنایا اس پر جانداروں کی زندگی موقوف رکھی اسی کو برف بنا کر پھاڑوں پر گرا یا اور گرمی کے موسم میں اسے پکھلا کر دریا بہائے بعض جگہ وہ بھی ہے جہاں بارش کا پانی پیا جاتا ہے۔

جانوروں کا پھیلاؤ

خدات تعالیٰ نے زمین پر چلنے والی کئی قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ انسان حیوان درندے چرندے پرندے اور حشرات الارض وغیرہ بعض حیوانات وہ ہیں جو تاریک غاروں میں رہتے ہیں۔ بعض حیوانات چلتے نہیں مثلًا برف کے کیڑے بعض سر کتے ہیں مثلًا صدف بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں مثلًا سانپ بعض دوڑتے ہیں مثلًا چوہا بعض کے دوپاؤں ہوتے ہیں بعض کے چار بعض کے چھوٹے بعض کے اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ ہزاروں پاؤں والے جانور بھی ہوتے ہیں۔ غرض کہ اللہ نے حیوانات کی متعدد اقسام بنائیں ہیں۔ ہر

نوع کارگ شکل ہیت و غیرہ دوسری نوع سے مختلف رکھی۔

ہواں کا انقلاب

ہواں میں خدا تعالیٰ نے مختلف تاثیریں رکھی ہیں۔ پچھوا ہواز میں کو خشک کرتی ہے۔ پُروائی ترکر دیتی ہے شماں ہوابادلوں کو جمع کرتی ہے جنوں ہوابادلوں کو پھاڑ دیتی ہے۔ اسی سے زندہ مخلوق سانس لیتی ہے۔ یہی لقوہ اور فانج کے حملے کا سبب بنتی ہے۔ اسی ہوا سے دریاؤں میں کشتیاں چلتی ہیں۔ یہی ہواں کے پیٹ میں بہت سے پردوں کے اندر بھی پچھے تک پہنچ جاتی ہے۔ ہوا اثر لینے اور دینے میں بے مثل ہے۔ گلشن میں سے گزرے تو مہک بن جائے اور دور دور تک خوشبو پہنچا دئے۔ غلاظت پر گزرے تو گندی ہو جائے اور دور تک لوگوں کو پریشان کر دے۔ درخت چنار سے لگ کر بیماروں کو شفایہ دے زہریلے جانوروں کے منہ سے لگ کر آئے تو ہلاکت کا باعث بنے۔ آیات قرآنیہ پڑھ کر دم کریں تو شفا ہو جائے۔ حضرت مریم حضرت جبریل کی پھونک سے حاملہ ہوئیں۔ قیامت حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے سے قائم ہوگی۔ غرض کہ کہیں کی ہوا ابا کہیں کی شفا۔ جس ہستی نے ہوا میں یہ مختلف تاثیریں پیدا کی ہیں اسی کو خدا تعالیٰ لکھتے ہیں۔

بادل

کروڑوں من وزنی پانی بادل کی شکل میں آسمان وزمیں کے درمیان لٹکا

دیتا ہے۔ نہ تو کسی زنجیر میں معلق ہے اور نہ کسی میز پر رکھا ہوا ہے پھر کبھی اسی بادل سے بہت سا پانی برستا ہے تو بربادی ہو جاتی ہے اور معمولی بر سے تو ”باعث آبادی ما“ کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ پھر اتنا وزنی بادل ہوا میں روئی کے گالے کی طرح اڑتا پھرتا ہے۔

جب بادلوں میں محلی چمکتی ہے تو اردو گرد کی آسیجن ناٹرو جن میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ناٹرو جن نباتات کی غذا ہے اور نباتات ہماری غذا ہیں۔ آج کل کئی ہماریوں کا علاج محلی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ انسانی بدن کی طرح زمین بھی کئی امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ آسمان بھی زمین کی ان تمام یہماریوں کا علاج ہے۔ جب زمین کی لہریں ہوا سے گزر کر زمین کو چھوتی ہیں تو مردہ زمین میں عناظر حیات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آج کل دنیا کے کئی ملکوں میں محلی سے ٹرینیں چلتی ہیں۔ آسمانی محلی سے بھی اس قسم کا کام لیا جاتا ہے۔ ہوابادلوں کا انجمن ہے لیکن جب فضا میں مکمل سکون ہو اور ہوا تھہمی ہوئی ہو بادلوں کو کھینچنے کا کام محلی سے لیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا اس سارے نظام کے پیچھے قدرتی ہاتھ کام کر رہے ہیں۔

چمک تیری عیاں محلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہو یہاں چاند میں سورج میں تارے میں

دلیل نمبر ۵

روسیدگی نشان قدرت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبَّ وَالنَّوْىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَاكُمُ اللَّهُ فَإِنَّمَا تُؤْفَكُونَ۔

ترجمہ :

پیشک اللہ دانہ اور گھٹلی کو چیرنے والا ہے۔ زندہ کو مردے سے نکالے
اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ اتم کماں رو ندے جاتے
ہو۔

یہ آیت وجود باری تعالیٰ کی زبردست دلیل ہے اس میں فرمایا گیا کہ
اللہ تعالیٰ بالی کو چیر کر اس میں دانے بھر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے دانے اور گھٹلی
کے دو حصے فرمائے گندم اور کھجور کی گھٹلی کے پیچ میں ایک لکیر سی ہوتی ہے
جس سے اس کے دو حصے معلوم ہوتے ہیں۔ جب دانہ اور گھٹلی ترزیں میں
بودی جاتی ہے تو کچھ دن بعد خدا کے حکم سے دو طرفہ چرتی ہے۔ اوپر کے چڑاو
سے پودے درخت بنتے ہیں جوز میں کو پھاڑ کر اوپر کو نکلتے ہیں۔ پھر اس میں تبا
شانیں پتے پھول اور پھل وغیرہ نکلتے ہیں جن کے رنگ مزے اور تاثیریں

مختلف ہیں اور نیچے والے چڑاوے سے درخت کی جڑیں جڑ کی رگیں زمیں کے نیچے کی طرف چلتی ہیں اور دور دور تک پھیل جاتی ہیں۔ اب دونوں حصوں میں وہ شاندار تعلق ہوتا ہے کہ سبحان اللہ جڑ زمین سے کھاد پانی چوس کر شاخوں کو فیض دیتی ہے اور شاخیں ہو ادھوپ چاندنی وغیرہ حاصل کر کے جڑ کو پہنچاتی ہیں۔ ان چیزوں پر غور کرو اور انکے بنانے والے کی تعریف میں اپنی زبان کو حرکت دیتے رہو اور سر اپا حیرت واستعجاب من کر کوئے

تجھی تیری ذات کا سوبسو ہے

جد ہر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ جاندار جانور کو بے جان نطفے سے پیدا کرتا ہے۔ یونہی جاندار چوزوں کو بے جان اندھوں سے پیدا کرتا ہے۔ جاندار مومن کو بے جان کافر سے پیدا کرتا ہے کہ ماں باپ کافر پیٹا مومن۔ ایمان زندگی ہے کفر موت ہے۔ جاندار مطیع و عابد کو بے جان عاصی و غافل سے پیدا کرتا ہے کہ ماں باپ غافل گنہگار پیٹا عاقل اور پر ہیزگار۔ اسی طرح جاندار یوئے اور درخت سے بے جان دانہ اور گھٹٹی پیدا فرماتا ہے۔

د لیل نمبر ۶

پانی میں روشنداں

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ
فِرْقٍ كَالْطَّوْرِ الْعَظِيمِ۔

ترجمہ:

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی پھی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارا سی وقت دریا
پھٹ گیا اور ہر ایک جسمہ پانی کا مثل بڑنے سارے پھٹ کے ہو گیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے قلزم
کے کنارے پہنچے تو فرعون بھی اپنے شکر جرار کو لیکر تعاقب کرتا ہوا اوہاں
آپنچا بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ سے کہا ب ہم کیا کریں ہم تو
پکڑ لئے گئے آگے بھر قلزم پہنچے فرعون کا ڈی دل شکرناہ جائے ماندن نہ پائے
رفتن۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا گھبراو نہیں میں تمہیں اپنی رائے سے
نہیں لایا بلکہ خدا کے حکم سے تمہیں لے کر آیا ہوں وہ وعدہ خلاف نہیں چنانچہ
خدا نے وحی کی اے پیغمبر اپنا عصا دریا پر مارو پھر میری قدرت کا کر شہزادیکھو
آپ نے لکڑی ماری جس کے لگتے ہی دریا نکم خدا پھٹ گیا راستے پیدا ہو گئے

اور آفتاب کی دھوپ نے ان کو خشک کر دیا اور پانی دیواروں کی مثل کھڑا ہو گیا
خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ان پانی کی دیواروں میں
طاقدیسیے تاکہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوادیکھے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبلیے تھے راستے بھی بارہ ہی ملن گئے جن پر حضرت موسیٰ
بنی اسرائیل کو لیکر چلنے گئے اور اس طرح دریا کو پار کر لیا ہے کس انسان میں
طاقت ہے کہ روابی دوال دریا کے پانی کو دیواروں کی شکل میں کھڑا کر کے ان
میں روشنی دال بنا دے وہ ایک ہی ذات یکتا ہے جو انَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ہے۔

تمبیر سدار اس جو آتی نہیں اکبر
انسان کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیز

دلیل نمبرے

بادل سے آگ

ارشاد خداوندی ہے :

فَكَذَّبُوهُ فَأَخْذَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٌ الظُّلْلَةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ

ترجمہ :

پس انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سامبان والے دن کے عذاب

نے پکڑ لیا وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے۔

اہل مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے سے منکر ہوئے اور عذاب الہی کو دعوت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شر میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر وہ سارے کے سارے کافر حدود شر سے باہر آگئے اور ایک روایت میں ہے کہ سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ کمیں ٹھنڈک کا نام دشان نہ تھا۔ تملما اٹھے اس کے بعد ایک ابر آیا اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلا یا جب سب جمع ہو گئے تو وہ بادل پھٹ گیا اور میں سے آگ نکلی جس نے سب کو جلا کر بھسم کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق ایک چیخ کی آواز آئی جس سے ان کے کلیے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ بادل سے آگ نکلنا یا آواز بصورت چیخ برآمد ہونا اس قادر مطلق کی ہستی کا منہ یوتا ثبوت ہے کیونکہ یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔

بے نقانی یہ کہ ہر ذرے سے جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

دلیل نمبر ۸

رزاق مطلق

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَكَائِنُ مِنْ دَآبَةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا۔

ترجمہ :

بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ان کو اللہ روزی دیتا ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ جب کوئے کے پچھے نکلتے ہیں تو ان کے پروبال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کو ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ان پرلوں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے۔ تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ بھرا تے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جبکہ ماں باپ ان چھوٹے پھوٹے سے تنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے پاس چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذائیت ہے۔

جب کبوتر کے انڈے سے پچھے نکلتے ہیں تو دو دن تک وہ اپنے پھوٹوں کو دانہ پانی نہیں بھرا تے بلکہ صرف وہ اپنے منہ سے ہوا بھرا تے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بے زبان جانور نے کس طبیہ کا لمحہ میں تعلیم پائی تھی جو پچھے

کی ناقابلیت غذا کا علم ہوا۔ غذا کوچھ کے لئے مضر باعث موت ہونا معلوم کر لیا اور بجائے غذا کے ہوادی اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ہوا میں پرورشی اجزاء موجود ہیں جسکی بنا پر تین روز تک ہوا سے کام لیا اور اس تدبیر سے پچھے بھی زندہ رہا تین روز کے بعد کبوتر نے کوئی نبض دیکھ کر یا کس آله سے قلب کی حالت کو مقوی پا کر پچھے کی قابلیت معلوم کر لی جس قوت نے کبوتر کی رہنمائی فرمائی اس کو خالق کائنات کہتے ہیں۔

دلیل نمبر ۹

تسخیر البحر

الله تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكَ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلَتَتَغُوَّلُنَّ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

ترجمہ:

اللہ وہ ہے جس نے مسخر کر دیا تمہارے لئے سمندر کو تاکہ روائیں رہیں اس میں کشتیاں اس کے حکم سے اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کیا کرو۔

سمندر کا سرکش پانی اس ذات بے ہمتا نے انسان کے لئے مسخر کر دیا۔ سمندر انسان کی مفت خدمت سر انجام دیتا ہے۔ اسکی سطح کو خدا نے اتنا نرم بنادیا ہے کہ انسان آسانی سے اس میں غوطہ زن ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے مسافر بردار جہاز مال بردار جہاز اور وہ نینکر جو لاکھوں ٹن تیل اٹھا کر دور دراز مقامات تک پہنچاتے ہیں وہ اس میں تیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ لوگ سمندر میں غوطہ لگا کر آبدار موئی نکالتے ہیں۔ سمندر میں پہاڑوں کی طرح اٹی ہوئی موجودیں اور تند و تیز طوفان برپا ہوتے ہیں لیکن وہ سب حکم خداوندی کے

پابند ہیں۔ قدرت کاملہ نے سمندر میں انسان کی خوراک کے لئے مچھلیاں پیدا فرمائیں جو سمندر کے کھارے اور کڑوے پانی میں جنم لیتی ہیں۔ اسی میں انکی خوراک اسی میں پرورش پاتی ہیں لیکن مچھلی کے گوشت میں اس کڑوے پانی کی بوتک نہیں۔

سمندر میں نمک کی وجہ یہ ہے کہ نمک میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گوشت کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ قدیم مصری اقوام اپنے فرمازوں کی لاشوں کو نمک لگادیتے تھے تاکہ وہ قبروں میں گل سڑنے جائیں۔ ہم اپنے گھروں میں بھی آئے دن رات کے گوشت کو صبح تک محفوظ رکھنے کے لئے نمک لگادیا کرتے ہیں۔ چونکہ سمندر میں ہر روز کروڑوں مچھلیوں اور دیگر آئی جانوروں کی موت واقع ہوتی رہتی ہے اور ایام جنگ میں ہزاروں انسان سمندر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اس اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تعفن سے محفوظ رکھنے کے لئے نمک کی کثیر مقدار پانی میں شامل کر دی۔ اگر خشکی کے کسی جانور کو پانی میں پھینک دیا جائے تو وہ گل سڑ جاتا ہے قدرت کا کمال ملاحظہ فرمائیے کہ سمندر میں کروڑ ہا جانور موجود ہیں اور وہ گلتے سڑتے نہیں بلکہ ہر وقت تازہ رہتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

وَمِنْ كُلِّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا

ترجمہ:

اور تم سندروں سے تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔

دلیل نمبر ۱۰

حیران کن کر شمہ

ارشادربانی ہے:

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عُزْبٌ "فُرَاتٌ" وَهُذَا مِلْحٌ "أَجَاجٌ"
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَحْجُورًا۔

ترجمہ:

اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ملادیا درود ریاوں کو یہ بہت شریں اور یہ
بہت سخت کھار اور بنادی اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے درمیان آٹا اور
مضبوط رکاوٹ۔

پانی دو قسم کے ہیں، میٹھے خوش ذائقہ اور تلخ و نمکین لیکن ہر پانی اپنی
جگہ پر قائم ہے۔ ان کو الگ الگ رکھنے کے لئے قدرت نے رکاوٹ میں قائم
کر دی ہیں تاکہ یہ باہم ملنے سکیں یہ رکاوٹ میں کبھی تو اتنی لطیف اور غیر محسوس
ہوتی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے بسا و قات دیکھا گیا ہے کہ ایک
جگہ نلکا لگایا گیا تو پانی میٹھا نکلا پھر چند فٹ کے فاصلے پر نلکا لگایا گیا تو پانی کھارا نکلا

بلکہ بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیوار کے اندر والا پانی میٹھا اور باہر والا کھارا۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ سمندر میں جب مد ہوتا ہے تو سمندر کا آب شور دور تک خشکی کے دریاؤں ندیوں میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ان کے پیٹھے پائیوں کے ساتھ ملتا نہیں اور جذر کے وقت وہی آب شور واپس ہو جاتا ہے اور ان دریاؤں کا میٹھا پانی حسب سابق رواں رہتا ہے اور اس کے ذائقے میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک سمندر میں اسکا پانی جوں کا توں چلا جاتا ہے نہ اسکی رنگت بدلتی ہے اور نہ اسکا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے۔

بنگال میں ”ارکان“ سے ”چانگام“ تک ایک دریا بہتا ہے جسکی شان یہ ہے کہ اسکی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ حصے میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے پیچ میں ایک دھار سی برابر چلتی ہے جو دونوں کے ملنے کی جگہ ہے سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا۔ ہندوستان کے ضلع ”باریمال“ میں دوندیاں ہیں ایک ہی دریا سے نکلی ہیں ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیز۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگلیز یہ امر ہے کہ کھارے کڑوے سمندر

کے وسط میں پانی کے ایسے ذخیرے دریافت ہوئے ہیں جن کا پانی میٹھا ہے۔ چنانچہ ترکی کے امیر البحر علی رئیس نے اپنی کتاب مرآۃ الممالک میں لکھا ہے کہ خلیج فارس میں آب شور کے نیچے شیریں پانی کے چشمے ہیں جن سے میں اپنے بیڑے کے لئے پینے کا پانی حاصل کر تا رہا ہوں۔ جب امریکی کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنے کا کام شروع کیا تو ابتداء میں وہ بھی خلیج فارس کے انی چشموں سے پانی حاصل کرتی تھی۔

اب غور فرمائیے وہ کس کی طاقت ہے جو زیر زمین میٹھے پانی کے ذخیروں کو کڑوے پانی سے الگ رکھتی ہے جو حالت مدد میں سمندر کے کڑوے پانی کی موجودوں کو میٹھے پانی پر چڑھ آنے کے باوجود ملنے نہیں دیتی وہ ایک ہی ذات ہے جو خالق کائنات ہے۔

دلیل نمبر ۱۱

دودھ اور حکمت بالغہ

ارشاد ربانی ہوتا ہے :

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لِعِبْرَةً نُسَقِّيْكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ مَيْتَنِ
فَرْثٍ وَدَمِ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغاً لِلشَّارِبِينَ۔

ترجمہ :

اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں عبرت ہے دیکھو ہم تمہیں

پلاتے ہیں جو ان کے شکمتوں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ایک عظیم نعمت یاد دلار ہا ہے اور اس میں غور و خوص کی دعوت دے رہا ہے۔ ایک بھینس جو خوراک کھاتی ہے وہ اس کے حلق سے اتر کر اسکے معدے میں پہنچ جاتی ہے۔ معدہ ایک ہے اور عوامل بھی یکساں ہیں جو خوراک کو ہضم کے مختلف مراحل سے گزارتے ہیں لیکن اسکا کچھ حصہ گوبر بن جاتا ہے اور کچھ خون من کر جسم کے تمام اعضاء میں پہنچ جاتا ہے اور اس تقسیم میں یہ بھی حکمت ہے کہ ہر عضو کو خون کی اتنی مقدار ہی بہم پہنچائی جاتی ہے جتنی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن خون اور گوبر کے علاوہ ایک اور چیز بھی اس خوراک سے بنتی ہے رنگ و بو اور ذائقہ میں وہ ان دونوں چیزوں سے مختلف ہوتی ہے وہ ہے سفید دودھ۔ بھینس کی او جھٹری کے اوپر کے حصے میں خون نچلے حصے میں گوبر اور درمیان میں دودھ کا قوام تیار ہوتا ہے اور اسکے قوام کو اللہ تعالیٰ ہضم کے مختلف مراحل سے گزارتا ہے۔ پھر دودھ جانور کے تھنوں تک پہنچا دیتا ہے۔ دودھ کے نیچے گندگی اور غلاظت اور اس کے اوپر سرخ خون دوڑ رہا ہے۔ آخر وہ کونسی حقیقت ہے جو جانوروں کے پیٹ میں تصرف کر کے سرخ رنگ کے سیال خون اور بدبودار گوبر کے درمیان سے

صف سفید شیر میں اور خوشبو دودھ کو اس طرح باہر نکال دیتی ہے کہ نہ گوبر کا کوئی ذرہ اس میں داخل ہوتا ہے اور نہ خون کا قطرہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا یہ صاف اور پاکیزہ دودھ خالق کائنات کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ یقیناً کرتا ہے لیکن۔

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے
آنکھ والا تیرے جو من کا تماشا دیکھے

دودھ کا یہ حصول چارہ کا طبعی خاصہ نہیں ہے ورنہ نر جانور بھی یہی چارہ کھاتے ہیں اور ان سے دودھ کا ایک قطرہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ یہ مادہ جانور ہی کی طبعی خصوصیت ہے ورنہ ایام حمل میں یا اس سے پہلے بھی وہ دودھ دیتی رہے نہ پچھے کی خصوصیت ہے کیونکہ پچھے کے مر جانے کے بعد بھی وہ ایک مدت معینہ تک دودھ دیتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں سے دودھ کے حصول کے نظام میں چارہ جانور اور پچھے کوئی چیز مرکزی کردار ادا نہیں کرتی اس تمام مربوط نظام میں جو دودھ کے حصول کا سبب ہے وہ ایک ذات کا فرماء ہے جو عالم کے ذرہ ذرہ میں اپنا تصرف فرمائی ہے۔

دلیل نمبر ۱۲

شہد ایک نشانی

خالق ارض و سماء کا ارشاد ہے :

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَيَّ النَّحْلَ أَنِ التَّحْذِيرُ مِنَ الْجَبَالِ يُبُوتًا وَمِنَ
الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلِّ مِنْ كُلِّ الشَّمَراتِ فَاسْلُكِي سُبُّلَ رَبِّكَ
ذَلِلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ "مُخْتَلِفٌ" الْوَانَهُ، فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَا يَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ :

اور ڈالدی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات کہ بنایا
کر پہاڑوں میں چھتے اور درختوں میں اور ان چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں پھر
رس چوسا کر ہر قسم کے پھلوں سے پس چلتی رہا کر اپنے رب کی آسان کی ہوئی
راہوں پر نکلتا ہے ان کے شکموں سے ایک شربت مختلف رنگوں والا اس میں
شفا ہے لوگوں کے لئے بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر
کرتے ہیں۔

کائنات کی بڑی بڑی چیزیں اپنے جمال و جلال اور نفع رسانی کی وجہ
سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں لیکن عام طور پر چھوٹی چیزوں کو حقیر
سمجھ کر لاائق التفات خیال نہیں کیا جاتا اور پھر مکھی جیسی چھوٹی چیزوں کیلئے
کس کو فرصت ہے اس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ خدا تعالیٰ کی حکمت
قدرت کے جلوے صرف پہاڑوں جانوروں اور بلند و بالا درختوں میں ہی نظر

نہیں آتے بلکہ ایک چھوٹی سی شد کی مکھی بھی اسکی حکمتوں کی بجلی گاہ ہے۔ اس کے مختصر سے چھتے میں بھی قدرت کے کر شموں کا انبار لگا ہوا ہے۔ ذرا اسکے چھتے کو دیکھو کس مہارت سے اس کو مسدس خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جن کے تمام اضلاع اور سارے زاویے مساوی ہیں کوئی ماہر انجینئر بھی مسلط اور پرکار کی مدد سے ایسے مسدس خانے نہیں بن سکتا پھر اسکے مختلف حصوں پر نظر ڈالو کہیں تو نوز اسیدہ پھوٹوں کی قیام گاہ ہے کہیں شد کا ذخیرہ کیا جا رہا ہے کہیں مووم تیار ہو رہا ہے۔ کہیں خوراک کا گودام ہے پھر اس حیران کن نظم و نسق کو دیکھو جس کے تحت یہ کثیر التعداد مکھیاں یہاں آباد ہیں کسی متمن ملک کی بہترین تربیت یافتہ فوج بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان میں ایک مکھی سب کی سردار ہوتی ہے اور دوسرا مکھیاں اس کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں بعض خوراک فراہم کرنے پر مقرر ہیں۔ بعض پھریدار اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں۔ بعض خوراک فراہم کرنے پر مقرر ہیں بعض پھریدار ہیں کیا مجال ہے کہ کوئی اجنبي اندر قدم بھی رکھ سکے جو خوراک لانے بر متعین ہیں وہ اپنے چھتے سے دور دراز مقام پر اڑ کر جاتی ہیں وہاں مختلف پھلو لوں کلیوں کو نپلوں اور پتوں کا رس دن بھر چوتی رہتی ہیں اور پھر طویل مسافت طے کر کے اپنے چھتے میں واپس آ جاتی ہیں۔ وہ اپناراستہ بھولتی ہیں اور نہ لیٹ ہوتی ہیں

اور نہ اپنے فرض کو انجام دینے میں کسی کاہلی کی روادار ہیں۔ پھر جس حکمت و خونی سے پھلوں کے چوے ہوئے اس رس کو شدید بنانے کا عمل تکمیل پاتا ہے وہ تو اتنا حیرت انگیز ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان اتنے علمی کمال اور صنعتی ترقی کے باوجود کوئی ایسی مشینری تیار نہیں کر سکا جس کے ذریعے وہ پھلوں وغیرہ کے رس سے شد جیسا جو ہر کشید کر سکے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اس چھوٹی سی مخلوق کو یہ مہارت اور یہ کمال کس نے سکھایا، یہ باقاعدگی، نظم و نسق، اپنے فرائض کی ادائیگی، اپنے امیر کی اطاعت، یہ فنی نزاکتیں اور اس پیچیدہ کام کو انجام دینے میں اتنی نفاستیں یہ سب چیزیں اس حیوان کو کس نے سکھائیں صرف اور صرف وہ ایک ہی، حقیقی ہادی ہے جس نے ہر مخلوق کو اسکی ضرورت کے مطابق عقل و شعور کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔

دلیل نمبر ۱۳

حسن بنا تابت

ارشادِ خداوندی ہے :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَنَا بِهِ نَبَاتٌ كُلُّ شَيْءٍ فَأَخْرَجَنَا مِنْهُ خَضْرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّاً مُتَرَالِبًا وَمَنْ إِنْخَلَ مِنْ طَلْحِهَا قِنْوَانٌ "دَانِيَةٌ" وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۖ اُنْظُرُوا إِلَى ثُمُرٍهٗ إِذَا أَثْمَرَوْيَنِعِهٗ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ

یؤمِنُونَ۔

ترجمہ :

اللّٰهُو ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات اگائے سبز رنگ پودے پیدا کر کے ان سے خوشے نکالے اور کھجوروں کے ساتھ پھلوں کے وہ گچھے لگائے جن تک تمہاری رسائی ہو سکتی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے مختلف اور مماثل قسم کے انگور زیتون اور اناروں کے باغات پیدا کئے۔ پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کرو ان نباتات میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں ہیں۔

جس طرح جانور گھاس کھاتے ہیں اسی طرح پودے زمین کو کھاتے ہیں پودوں کی غذائناستروں جن چونا ہائیڈرو جن اور پوٹاش وغیرہ ہے۔ یہ عناصر درختوں کے پتوں گوبر ہڈیوں خون اور بالوں سے حاصل ہوتے ہیں خزاں میں پت جھٹر اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ یہ پتے زمین کو طاقت بخشنے ہیں۔ اس قدر و سبع زمین میں کھاد ڈالنا انسان کے بس کی بات نہیں اسی طرح ۲۵ ہزار میل لمبی زمین کو سیراب کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے اول الذکر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے موسم خزاں میں تقریباً تمام درختوں کے پتے کھاد بنا کر ہر طرف بھیز دیے اور مؤخر الذکر مشکل کو یوں حل کیا کہ سورج

نے شعاعوں کے ڈول سمندر میں ڈالے ہوا کے سق ان ڈولوں کو اٹھا کر چل دیے اور ہر طرف جل تھل کا عالم نظر آنے لگا۔

درخت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں یہ زندگی میں ہمارے شریک ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ سانس لیتے ہیں۔ بڑھتے ہیں پچ پیدا کرتے ہیں ان کی مشینزیری انسانی بدن کی مشین سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ ہماری طرح کش مکش حیات میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف حیرت انگیز نظام سے جنگ کرتے ہیں۔ بڑے درخت کے سایہ میں چھوٹا پودہ نہیں بڑھ سکتا و درخت قریب قریب لگاد تو وہ ایک دوسرے سے لڑ لڑ کر کمزور ہو جاتے ہیں۔

دنیا کا تمام تر حسن نباتات سے ہے یہ سیر گا ہیں یہ چراگا ہیں یہ گل گشتیں یہ روشنیں اور یہ چمن سونے پڑ جاتے اگر نباتات کا حسن دنیا کو اپنی طرف نہ کھینچتا۔ نباتات کے دم سے انسانی و حیوانی زندگی کی بہار قائم ہے۔ گندم جو چاول پھل کو کافی چائے اور شربت نباتات سے حاصل ہوتے ہیں دودھ شکر گھنی مکھن اور شہد نباتات کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ رب جو ہماری معاشرت کا ضروری جزو بن چکا ہے درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔ الغرض نباتات ہمارے لئے نہ صرف مدار حیات ہیں بلکہ وہ ہماری معاشرت اور تمدن تک کا جزو بن چکے ہیں بعض موقعوں پر پودے یوں بھیں بدل کر ہمارے سامنے

آجاتے ہیں کہ پچانے نہیں جاتے۔ غسل خانے میں جس صامن سے بدن صاف کیا جاتا ہے وہ بنا تاتی تیلوں سے تیار ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ جسم پر صامن نہیں بلکہ ایک درخت رگڑا جا رہا ہے۔ ہماری قمیض شلوار کتابیں اخبارات رسالے لفافے گتے ٹکٹ اشتہارات اور دیگر کئی قسم کی مصنوعات نباتات، ہی کا فیض ہے۔ درخت ہمارے لئے کتنے مفید ہیں اس بات کا اندازہ اس چیز سے بھی با آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ حیوانات کا رین ڈائی اسماڈ نکالتے ہیں جو نازہر ہے۔ درخت اس زہر کو چوس لیتے ہیں اور ہمارے لئے آسیجن باہر نکالتے ذیتے ہیں جسکے بغیر انسان کا زندہ رہنا محال ہے۔

پھل دار درختوں کی حفاظت کے لئے خالق کائنات نے کئی انتظامات کے مثلاً سُنگٹرے اور انار کا چھلکا کڑوا بنا دیا تاکہ کسی جانور کو منہ ڈالنے کی ہمت نہ ہو۔ قدرت کا کمال صناعی دیکھئے کہ زمین وہی ہے درخت وہی ہے اور رس پچانے والی شاخیں وہی ہیں لیکن انار کا چھلکا سخت کڑوا اور دانے میٹھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ چھلکے اور دانوں کے الگ الگ دو کارخانے ہیں جو اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ایک مٹھاں تیار کر رہا ہے اور دوسرا کڑوا بہت یہ دونوں رس پاس پاس ہیں لیکن ایک دوسرے سے خلط ملٹ نہیں ہوتے۔

اخروٹ اور بادام اونچے پہاڑوں پر پیدا ہوتے ہیں جہاں برف کی وجہ سے میدانی جانور نہیں جاسکتے۔ یہاں صرف گلبری چوہوں کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس لئے قدرت نے ان کے چھلکے سخت بنا دیے تاکہ چوہے نقصان نہ پہنچا سکیں۔

قدرت کا نشاء تھا کہ پھل دار درخت کسی ایک علاقے یا مالک میں نہ رہیں اس لئے ان کی نسلوں کو دور دراز ممالک تک پہنچانے کے لئے کئی وسائل استعمال کئے۔

د۔ ہوا میں دوسرے ممالک میں بیج اڑا کر لے گئیں۔

ب۔ بیج بر ساتی نالوں اور دریاؤں میں بہہ کر دیگر علاقوں میں چلے گئے۔

ج۔ کوئے طو طے اور شارکیں اور دیگر پرندے منقاروں میں میوے لئے اوہراؤہڑا گئے۔

د۔ آدمی آموں کے ٹوکرے دوسرے ممالک میں لے لے گئے۔

صحرائے عرب سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے جسے طے کرنے کے لئے اب بھی اونٹ سے کام لیا جاتا ہے امکان تھا کہ مسافر راہ میں بے تو شہ نہ ہو جائیں اس لئے اس ریگستان میں ہر طرف کھجوروں کے درخت اگاہ دیے اور انہیں بلند قامت بنا دیا تاکہ یہ قیمتی پھل جانوروں کی رسائی سے باہر ہو جائے۔

نیز قرب زمین کی گرمی سے قدرے محفوظ ہو جائے۔ کھجوروں کے تنے اس لئے ریشه دار اور کھوکھلے بنائے گئے تاکہ تھر موس بوتل کی طرح اندر کی ہوا بیرونی حرارت سے متأثر نہ ہو اور پھل خشک نہ ہو جائے۔ انسانی بدن کی مشین

کو دو طرح کی چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ شکر اور نشاستہ یہ دونوں اجزاء کھجور میں بدرجہ کمال موجود ہیں۔

جنگل میں حفاظت اثمار کے مصالح ناپید ہوتے ہیں کیلا صرف ایک ہفتے میں گل سڑ جاتا ہے سب پلپلا ہو جاتا ہے امروہ میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ شستوت اور لوکٹ چند گھنٹوں میں خراب ہو جاتے ہیں لیکن کھجور کو اللہ نے کسی خاص مصالح سے یوں محفوظ کر دیا کہ میمنوں خراب نہیں ہوتی۔ کھجور کی جڑیں زمین سے دو قسم کارس چوستی ہیں۔ کثیف اور لطیف۔ کثیف سے تنا اور شاخیں بنتی ہیں اور لطیف سے پھل پھل کے ہر دانے کے ساتھ ایک مصنی لگا ہوتا ہے جو رس کو مزید صاف کرتا ہے۔ گھٹلی کی ترکیب کچھ لطیف اور کچھ کثیف رس سے ہوتی ہے۔ لیکن گھٹلی کڑوی اور چھلکا میٹھا۔ ان ہر دو کے درمیان ایک پردہ لگا دیا گیا ہے تاکہ تلخی اور شیرینی خلط مسلط نہ ہو جائیں۔

درخت عموماً راستوں پر اگتے ہیں اس لئے کہ مسافر پھل کھا کر گھٹلیاں پھینک دتے ہیں اور وہاں درخت آگ آتے ہیں جہاں کمیں درخت نظر آتے ہیں اور وہاں راہ موجود نہیں تو سمجھ لو کہ یہاں سے کبھی کوئی قافلہ گزرنا ہوگا۔ اہل عرب پہلے سندھ پر حملہ آور ہوئے تھے ان کے پاس کھجوریں تھیں جہاں کمیں اترے گھٹلیاں پھینکتے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ آج سندھ میں عربی نسل کی کھجوریں میلوں تک دکھائی دیتی ہیں۔

خبر دیتی ہے شوخی نقش پاکی

کوئی اس راہ سے ہو کر گیا ہے

درختوں کے یوں توبہت سے فوائد ہیں لیکن خاص خاص فائدے یہ

ہیں :

ا۔ درختوں کی جڑیں فالتوپانی کو جذب کر لیتی ہیں اس لئے زمین پر
دلدل نہیں بنتی۔

ب۔ درخت اپنے تنفس سے فضا کو گرمادیتے ہیں ہو اقدارے لطیف
ہو جاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قریب زمین کے بادل وزنی ہو کر برنسے لگتے
ہیں۔

ج۔ درختوں کے پت جھٹر سے زمین زرخیز ہو جاتی ہے۔

د۔ اگر پھاڑوں پر درخت نہ ہوتے تو ارد گرد کی زمینیں بر ساتی نالوں سے
صحرائیں جاتیں اور اگر آج کسی ریگستان میں درخت لگادئے جائیں تو وہ زرخیز
ہو جائیگا۔

ایک مسافر سخت گرمی میں ایک ایسے جھونپڑے میں جا پہنچا جس پر
ناریل کے درختوں کا سایہ تھا۔ صاحب خانہ نے مسافر کو دودھ حلوا اور پانی
بہترین برتنوں میں پیش کیا مسافر نے پوچھا جنگل میں یہ غذا میں کہاں سے
آئیں کیا یہ سب کچھ ناریل کی بدولت ہے۔ میں کچھ ناریل سے پانی پختہ ناریل

سے دودھ پتوں سے حلوہ پھولوں سے شکر چھال سے برتن لکڑی سے
ایندھن بننے ہوئے پتوں سے چھت ریشوں سے رسیاں اور تیل سے روشنی
حاصل کیا کرتا ہوں۔ جب یہ مسافر چلنے لگا تو میزبان نے ایک شاخ کو جھاڑا
جس سے غبار سانکلا اس غبار سے سیاہی کا کام لے کر ایک پتے پر کسی دوست
کی طرف چھٹی لکھ دی۔

ایک ہی درخت میں اتنے اوصاف پیدا کرنے والی ذات یکتا کو اللہ
تعالٰی کہا جاتا ہے۔

شَاغُورَةٌ پَتَّةٌ ہے خَدَا يَادِ مَبْدُومٍ تِيرًا
زَمِينٌ وَآسمَانٌ تِيرَے ہے مُوجُودٌ عَدْمٌ تِيرًا
جُو تِيرَا کَھَا کر تِيرَے شَكُوَّے کریں يارب
تعجب ہے کہ اُن پر بھی رہے لطف و کرم تیرا

دلیل نمبر ۱۳

اوٹ اور جمال فطرت

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَلَا يَنْظَرُونَ إِلَى الْأَيْلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

ترجمہ:

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اوٹ کس طرح بنایا گیا۔

یہ اتنا بڑا جانور ہے لیکن ایک چھوٹا سا پچھہ اسکی نکیل پکڑ لے تو یہ بے چون و چر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ بیٹھنے کو کہے تو بیٹھ جاتا ہے اٹھنے کا اشارہ کرے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے وسیع ریگستانوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ جہاں پانی کی قلت ہوتی ہے اس لئے اسکے خالق نے اسے ایسا پیدا کیا ہے کہ دوسرے جانوروں کی طرح اسے بار بار پیاس نہیں لگتی یہ لگا تار دس دن تک پانی پئے بغیر سفر کر سکتا ہے۔ وہ جڑی بوٹیاں جو دوسرے جانور نہیں کھاتے انہیں کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ مزید بر آں سارے جانوروں کی خوبیاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ بعض جانور دودھ دیتے ہیں بعض بوجھ اٹھاتے ہیں کوئی سواری کے گام آتے ہیں کسی کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اونٹ ایسا جانور ہے جو دودھ بھی دیتا ہے بوجھ بھی اٹھاتا ہے۔ سواری کے گام بھی آتا ہے اور ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ اسکی ایک خصوصیت اور بھی ہے کہ سواری کے دوسرے جانوروں پر جب کوئی سوار ہوتا ہے تو وہ بیٹھنے نہیں بلکہ کھڑے رہتے ہیں اور یہ سواری کے وقت بیٹھ جاتا ہے۔

اونٹ کے ان عجائبات پر غور و فکر کرو کہ

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو گول پاؤں دیے تاکہ ریگستانوں میں آسانی سے چل سکے۔

۲۔ لمبی گردان دی تاکہ زمین اور درخت ہر دو سے نذاباً آسانی حاصل

کر سکے۔

ج۔ اسے سخت منہ دیا کہ بیان میں کیکر تک کھا سکے۔
و۔ بہت بھاری یو جھا اٹھانے کی طاقت دی اور کوہاں کے پاس شتربان کے لئے علیحدہ جگہ بنادی تاکہ شتربان کو پیدل چلنانہ پڑے۔
ن۔ اونٹ ایک مرتبہ راستہ دیکھ لے تو وہ اسے برسوں تک یاد رکھتا ہے خواہ اس کے تمام نشانات مت گئے ہوں۔

دلیل نمبر ۱۵

حیوانات نشان قدرت

ذات خداوندی کا رشاد ہے :

وَمَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٌ يَطْبِرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّمٌ^۱
أَمْثَالُكُمْ۔

ترجمہ :

یہ چوپائے اور اڑنے والے جانور تمہاری طرح امتیں ہیں۔

خالق حقیقی کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے تمام جانوروں اور پرندوں کو مختلف امتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں ہر ایک کی پیدائش اور موت کے لئے الگ الگ قانون بنادیے ہیں۔ ان کے مزاج کے موافق انکی

غذا کا انتظام فرمادیا ہے۔ ان کی ضروریات کے مطابق انہیں مختلف قسم کے اعضاء مر جمٹ فرمائے جس خطہ زمین اور جس آب و ہوا میں انہیں زندگی بسر کرنا ہے ان کی کھال ان کے بال ان کے جسم کی ساخت میں انکی کمال رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پھر ہر ایک کے فرائض کے مطابق اسے شعور اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔

د لیل نمبر ۱۶

پرندوں کی پرواز

ارشادر بانی ہے :

أَوْلَمْ يَرَوُا إِلَى الظَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضُنَّ مَا يُمُسِكُهُنَّ إِلَّا
الرَّحْمَنُ أَنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ۔

ترجمہ :

کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر نہیں دیکھا پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹ لیتے ہیں۔ نہیں روکے ہوئے انہیں بجز رحمان کے پیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ اپنی قدرت کی ایک ایسی نشانی کی طرف توجہ دلارہا ہے جس کا مشاہدہ ہر انسان دن میں کئی بار کرتا ہے۔ پرندے ہوا میں اثر ہے

ہوتے ہیں۔ اثنائے پرواز کبھی اپنے پروں کو پھیلادیتے ہیں اور کبھی ان کو سکیٹر لیتے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ پرندوں کو اڑنے کے لئے موزوں پر کس نے عطا کئے ہیں۔ اس کو اڑنے کا ڈھنگ کس نے سکھایا ہے۔ ہوا میں اگر ایک چھٹانک کا پتھر پھینکا جائے تو چشم زدن میں نیچے گر پڑتا ہے۔ اس ہوا میں یہ صلاحیت کس نے پیدا کی ہے کہ کئی سیر و زمی پرندہ اس میں پرروں مصروف پرواز رہتا ہے اور گرتا نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس نے یہ سارے انتظامات کر دئے ہیں۔ انسان کے لئے زمین کو مسخر کر دیا اور پرندوں کے لئے ہوا کو فرمانبردار بنا دیا۔

چند عجیب و غریب پرندوں کے کارنامے ملاحظہ کریں۔
قَفْنُس ایک مشہور پرندہ ہے جسکی طرح طرح کی آوازوں سے علم موسيقی نکالا گیا ہے۔

اسکی چونچ میں چھوٹے چھوٹے تین سو سانچھ سو راخ ہوتے ہیں۔ یہ اپنی چونچ کے سوراخوں میں سے ہر سوراخ سے ایک علیحدہ راگ نکالتا ہے۔ اس کا جوڑا نہیں ہوتا۔ اسکی عمر ایک ہزار برس کی ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا عجیب طریقہ پر لکھا ہے۔ جب یہ ہزار سال کا ہو چلتا ہے تو خشک لکڑیاں جمع کر کے خود ان میں بیٹھ جاتا ہے اور اپنی چونچ کے سوراخوں میں سے ایک سوراخ سے دیپک راگ نکالتا ہے اس راگ کی خاصیت آگ لگا دینا ہے۔ چنانچہ اس

سوراخ پر وہ زیادہ زور دیتا ہے حتیٰ کہ لکڑیوں کو آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرندہ اس میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے لیکن جب بارش ہوتی ہے تو اس راکھ سے ایک انڈا پیدا ہوتا ہے جس سے ویسا ہی جانور نکلتا ہے۔

شتر مرغ بیس سے تین تک انڈے دیتا ہے۔ پھر ان کے تین حصے کر دیتا ہے۔ ایک حصہ زمین میں دفن کر دیتا ہے۔ دوسرا حصہ دھوپ میں دفن کر دیتا ہے اور تیرے حصے کو سیتا ہے۔ جب پھر نکل آتے ہیں تو دھوپ والے انڈوں کو توڑ کر پھوں کو پلاتا ہے جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو مدفن انڈے نکالتا ہے اور ان میں سوراخ کر دیتا ہے اس مواد کو کھانے کے لئے چیزوں نیال اور دیگر حشرات الارض جمع ہو جاتے ہیں جنہیں پکڑ پکڑ کر پھوں کے آگے ڈالتا ہے جب پھوں کے معدنے کافی قوی ہو جاتے ہیں تو وہ پتھر تک کھانے لگ جاتے ہیں۔

ایک آفی پرندہ شکار کو آبتدیکھ کر کالے رنگ کا ایک مواد خارج کرتا ہے جس سے پانی سیاہ ہو جاتا ہے اور خود اس میں غوطہ لگا کر چھپ جاتا ہے۔ جب شکار پاس آتا ہے تو باہر نکل کر دیوچ لیتا ہے۔

سمندر کے کنارے دو ایسے پرندے ملتے ہیں کہ ان میں ایک مچھلیاں کھاتا ہے لیکن تیر نہیں سکتا۔ دوسرا ہریاول وغیرہ پر گزارہ کرتا ہے لیکن تیر سکتا ہے یہ مچھلیاں پکڑ لاتا ہے اور اول الذکر کے منہ میں ڈال دیتا ہے اور وہ

کچھ ہریاول بطور معاوضہ منہ میں جمع رکھتا ہے جو موخر الذکر کو دے دیتا ہے۔
 سب میں موجود اور سب سے جدا کون سمجھے یہ شان یکتائی
 پارہ پارہ قبائے استدلال ریزہ ریزہ ہے شان گویا تی

دلیل نمبر ۱

دن اور رات

خد تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

فُلْ أَرَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ وَمَنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ الْلَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَلَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

ترجمہ :

تم فرمادیہ بتلاو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن قائم رکھتا تو اللہ تعالیٰ کے سو اکون رات قائم کر سکتا تھا۔ جس میں تم آرام پاتے کیا تم غور نہیں کرتے کہ یہ محض اسکی رحمت ہے جس نے رات اور دن دونوں قائم کئے تاکہ رات میں تم آرام کرو اور دن میں معاش تلاش کرو۔

رات اور دن کا توارد اور اختلاف سورج کی حرکات سے وجود میں آتا ہے۔ سورج کی حرکت سے زمین کا جو حصہ اس کے بال مقابل ہو وہاں دن ہوتا

ہے اور جب سورج حرکت طے کرتا ہوا زمین کے اس حصے سے غروب ہو جاتا ہے تو اس حصے میں رات ہو جاتی ہے اور اس وقت سورج کرہ ارض کے دوسرے حصے کے بالمقابل طلوع ہو کر وہاں دن کی رو نفیں لے آتا ہے اور اسی طرح پہلیم اور لگاتار کرہ ارض کے ہر حصے میں سورج کے طلوع و غروب سے دن اور رات کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سورج کو کون حرکت دے رہا ہے اور زحل مرتخ مشتری میں سے دن اور رات کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے سورج کی تخصیص کس نے کی ہے کسی اور سیارے سے یہ کام کیوں نہیں لیا گیا۔ کیا سورج کی حرکت روشنی اور توانائی کا یہ سلسلہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے اگر ایسا ہے تو اس میں ضبط تسلسل اور دوام کیوں ہے۔ اگر سورج از خود یہ عمل کرتا ہے تو اس جیسے دوسرے سیارگان جو فی نفسہ جسم ہونے اور متحرک رہنے میں اس جیسے ہیں وہ یہ عمل کیوں نہیں کرتے پھر سورج میں روشنی توانائی اور ایک خاص محور پر متواتر گردش کا نظام کس نے بنایا ہے۔ پھر یہ کس کی حکمت ہے جس نے سورج کو زمین سے ایک خاص اور ضرورت کے مطابق مناسب فاصلہ پر رکھا ہوا ہے۔ یہ اعتراف کئے بغیر چارہ کار نہیں کہ سورج کی تخلیق اس ہستی اعلیٰ کا کارنامہ ہے جوازی، ابدی واجب قدیم اور حکیم ہے جس کے حکم سے صرف سورج اور تمام سیارگان ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے بنائے ہوئے نظام کے تحت اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔

سورج کی حرکات سے محض دن اور رات کا وجود ہی عمل میں نہیں آتا بلکہ دن اور رات کا اختلاف بھی وجود میں آتا ہے۔ گرمی سردی بہار خزاں یہ تمام موسم دن اور رات کے اختلاف سے رونما ہوتے ہیں اور انسانوں اور حیوانوں مختلف فصلوں پھلوں اور پھولوں کی پیداوار اور افزائش کے لئے موسم کا اختلاف بے حد ضروری ہے۔ اگر موسموں کا یہ حکیمانہ اختلاف نہ ہوتا تو نہ زمین پر فصل آگئی اور نہ باغوں میں پھول ممکن تھے۔ یہ موسمی اختلاف صرف نباتات کی بقا کے لئے ہی نہیں بلکہ انسان کی بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔

یہ کس قدر حکمت ہے کہ موسموں کا یہ اختلاف اچانک اور فوراً نہیں ہوتا بلکہ تدریجیاً سردی کم ہوتی جاتی ہے اور گرمی بڑھتی جاتی ہے اگر دسمبر جنوری کی سردی کے بعد اچانک مسی جون کی گرمی آجائی تو اس اچانک تبدیلی سے انسان کے اعصاب پر کس قدر گمراہی پڑتا اور مشکل سے ہی کوئی ذی نفس زندہ رہ سکتا وہ حکیم مطلق درجہ بد رجہ سردی اور گرمی کے موسم لا تا ہے تاکہ انسان ایک موسمی ماحول سے نکل کر دوسرے موسمی ماحول میں آنے کے لئے بالکل تیار ہو جائے۔

دلیل نمبر ۱۸

زمین اور اسکی کیفیات

خدافرماتا ہے :

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَهَا وَالْقِيَّنَافِيهَا رَوَاسِيَ وَانْبَتَنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
مَوْزُونٌ۔

ترجمہ:

اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو قائم کیا اور اس میں ہر
ایک مناسب اور موزوں چیز پیدا کی۔

زمین اور اس کے وسیع دامن میں پھیلے ہوئے پہاڑ بلند اور مہیب
چٹائیں کھسار آبشار ریگستان اور بے آب و گیا صحرائی و سعتوں میں پر بہار
خلستان زمین میں کسی جگہ کی مٹی سیلہ ہے کہیں سرخ ہے کسی جگہ چکنی مٹی
ہے زمین پر کلر ہے بعض جگہوں پر زمین پتھریلی ہے یہ سب آخر کس نے
بنائے ہیں۔ پھر زمین کے سینے میں معدنیات کے ذخائر کس نے چھپا رکھے
ہیں۔ قدرتی گیس اور تیل کے وسیع و عزیض چشمے لوہا تانا اور چاندی سے
سونے تک قیمتی دھاتیں یہ کس کی قدرت سے وجود میں آئی ہیں۔ پھر ان میں
سے ہر ایک تغیر پذیر ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر راستے بنائے جاسکتے
ہیں۔ چٹانوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑا جاسکتا ہے۔ دریاؤں کے رخ بد لے جاسکتے
ہیں۔ آج کے ریگستان کل کے خلستان میں سکتے ہیں۔ بخرا زمین زر خیز کھیتوں اور
پر بہار باغات میں بد لی جاسکتی ہے۔

پہاڑوں سے سنگ مرمر برآمد ہوتا ہے۔ ان سنگ مرمر کے پھرول کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ کوئی پھر سرخ ہے کوئی سفید کوئی سبز کوئی نیلا کوئی انانی بلکہ بعض سنگ مرمر کے پھرول پر نبی آخر الزمان کا نام نامی اسم گرامی قدرتی طور پر لکھا دیکھا گیا ہے۔ بعض مساجد اور مزارات پر ایک سنگ مرمر کی ٹائل پر تین تین چار چار رنگ دیکھے گئے ہیں۔ ایک ہی پہاڑ سے نکلنے والے سنگ مرمر میں کئی قسم کے رنگ ذات باری تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

زمین سے پیدا ہونے والے بھلدار درختوں پر ایک طاہرانہ نگاہ ڈالیں قدرت کے عجیب و غریب کر شئے نظر آئیں گے۔ ایک ہی زمین ہے درختوں کو سیراب کرنے والا پانی ایک ہی نہر کا ہے لیکن کسی درخت کے پھل کا رنگ سرخ جیسے انار کسی کارنگ بزر ہے جیسے کیلا کسی کارنگ سیاہ جیسے کھجور کسی کا رنگ زرد اندر سے سفید تر یو زدیکھو باہر سے بزر اندر سے سرخ پیچ کالے سرخ گودا کھاؤ تو اندر کا چھلکا سفید۔ یہی حال سبزیوں کا ہے۔ یہ زیر زمین مختلف رنگ اور ذات کے پیدا کرنے والی کونسی ہستی ہے۔ یہ زیر زمین قدرتی کارخانہ محض اتفاقی حادثے کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک عظیم خلاق کی بہترین حکمتوں کا شرود ہے۔ اب ذرا پودوں کی دنیا میں آ جائیے۔ گلاب کا پھول سفید، سرخ اور زرد ہوتا ہے۔ **جیل بیجنگ کا پھول سفید ہے۔** ۱۹۹۵ء نہیں امریکہ کا تبلیغی دوبہ۔

کیا۔ واشنگٹن ڈی سی کے قریب ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے جس کا نام ہے ”اللیگزندریا“ وہاں میں ایک دوست کے گھر میں تقریباً ایک ماہ ٹھہرا لئے گھر کے دروازے کے باہر ایک پودا دیکھا جس کا پتہ باہر سے سفید پھر سرخ اور درمیان سے بلکا زرد تھا اس کو دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ زیر زمین میں خالق کائنات نے کیا کیا رنگ آمیزی کی ہے۔ بعض پھولدار پودے ایسے ہیں کہ ان کے پھولوں کی خوشبورات کو ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے رات کی رانی سرسوں کا پھول زرد ہوتا ہے۔ سرسوں کے کھیت کو دیکھو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے زرد چادر پچھا دی ہے۔ سورج مکھی کے پھولوں کو دیکھو انکار خ سورج کی شکل کا ہوتا ہے۔ غریب صیکھ زمین کے بیچے قدرت خداوندی نے عجیب و غریب رنگوں کی دنیا بسرا کھی ہے۔ ان کو دیکھ کر انسان بے ساختہ پکارا لختا ہے۔

تم بیر سدار اس جو آتی نہیں اکبر
انسان کی طاقت سے سوا بھی ہے کوئی چیز

دلیل نمبر ۱۹

پانی کی فراہمی

فرمان الٰہی ہے :

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرُبُونَ أَنْتُمُ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ
الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ جَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ۔

جو تم پیتے ہو کیا بادلوں سے وہ پانی تم نے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو اس قدر کڑوا کر دیں کہ تم پی بھی نہ سکو پھر تم کیوں اسکا شکر ادا نہیں کرتے۔

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ پانی کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ سمندر کا پانی اتنا کڑوا ہوتا ہے کہ اس کے چند گھونٹ گلے سے نیچے نہیں اتارے جاسکتے پھر یہی پانی جب مخارات کی شکل میں طبقہ زمر یہ تک پہنچ جاتا ہے تو ٹھنڈے میٹھے اور صاف شفاف پانی کی صورت میں بارش ملنے کے لئے آب نہیں ہے وہ کون ہے جو اس کڑوے پانی میں شکر گھول دیتا ہے۔ علمائے آب نے اندازہ لگایا ہے کہ ہر سال سمندر سے چودہ فٹ پانی بادلوں کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دریاؤں سے جو اکثر ویشنتر پانی حاصل ہوتا ہے وہ بھی بادل اور بارش کا فیضان ہے۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر برف کون جماتا ہے کیا پہاڑوں کی چوٹیوں سے برف پکھل کر دریاؤں کی صورت اختیار کرنا اور بادلوں کے ذریعے پانی کی بہم رسانی کا نظام یوں نہیں خود مخدود وجود میں آگیا ہے جب کار پوریشن کا ایک نل بھی بغیر مستری اور مزدور کے لگ نہیں سکتا تو پانی کا اس قدر و سیع انتظام کسی منتظم کے بغیر کیسے ممکن ہے پھر یہ کیسی مضحکہ خیز بات

ہے کہ کارپوریشن جو ایک محلہ کو ٹیکس لے کر پانی فراہم کرے اسکی نظمت کو تو ہم تسلیم کر لیں اور جو ساری دنیا کو بغیر ٹیکس لئے پانی میا کر رہا ہے اس کے نظام اور قدرت کا انکار کر دیں۔

پانی کے حصول کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ زمین کے نیچے گرائی میں پانی رکھا گیا ہے جس کو ہم ہینڈ پپ اور ٹیوب ویل سے نکال کر اپنے کام میں لاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پانی کو زمین کی تھہ میں کس نے رکھا ہے اور اتنے ہزاروں فٹ کی گرائی میں جا کر رکھ بھی کون سکتا ہے یہ بات تو وہی شخص کہہ سکتا ہے جو عقل و فہم سے بالکل عاری ہو کہ وہ پانی خود خود وہاں موجود تھا اس دنیا کے ہزاروں تجربات اور مشاہدات ہمیں بتاتے ہیں کہ یہاں خود خود کچھ نہیں ہوتا ایک کنسترویشن میں بھی پانی خود خود جمع نہیں ہوتا۔ زمین کی اتحاد گرائی میں ہزاروں مکعب فٹ پانی کس طرح جمع ہو سکتا ہے۔ خدا کی قدرت تو دیکھو جہاں زمین کی گرائی سے پانی نکالنے کی ضرورت تھی وہاں اسے زمین کے اندر گرائی میں رکھا جہاں سخت پہاڑی اور پھر یہی زمینیں ہیں اور زمین کو کھودنا مشکل ہے اس نے وہاں پانی کے چشمے جاری کر دئے کہیں بر قافی چوٹیوں اور بادلوں کی لگاتار برسات سے دریاؤں کو روائی دواں کر دیا کہیں کنوؤں اور ندیوں کا انتظام کر دیا۔ غرض جس جگہ پانی کی بہم رسانی کی ضرورت جس طرح پوری ہو سکتی تھی اس طریقہ سے وہاں پانی کو پہنچایا پانی کی

یہ حکیمانہ تریل کسی جلیل القدر حکیم زبردست قادر عظیم خالق اور مالک کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

تعجب کی بات ہے اگر کوئی شخص اپنے مشکلے میں سات دفعہ چھان کر پانی بھرے خواہ مٹکا سونے کا ہو یا چاندی کا ششہ کا ہو یا مٹی کا چوتھے یا پانچویں روز پانی خراب میلا اور گدلا ہو جائیگا۔ پانی میں بو آنے لگے گی کیڑے پڑ جائیں گے مگر یہی پانی برسوں تک کنویں کی تھہ اور کالے کچڑ میں کیسا موتی سا صاف شفاف اور سترہار رہتا ہے نہ بدبو پیدا ہوتی ہے نہ کیڑے پڑتے ہیں بلکہ پانی ایسا صاف رہتا ہے کہ اس کو استعمال کرتے وقت طبیعت میں گھن نہیں آتی سڑی اور کالی مٹی میں پانی کو صاف شفاف رکھنا یہ خالق کائنات کی قدرت ہے۔

دلیل نمبر ۲۰

جلد کی رنگت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِلَافُ الْبَيِّنُوكُمْ
وَالْكَوْاَنُوكُمْ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ۔

ترجمہ :

زمین و آسمان کی تخلیق زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں اللہ کی نشانیاں ہیں بے شک اس میں علمائے فطرت کے لئے چند اسباق ہیں۔

گرم ممالک میں رنگ کی سیاہی ایک رحمت ہے۔ جس طرح بزر عینک آنکھوں کو تیز روشنی سے محفوظ رکھتی ہے اسی طرح کالی چڑی جسم کے خلیوں کو جلنے سے بچاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ سورج کی گرم اور تیز شعاعوں کو جلد جذب کر کے جلد ہی باہر نکال دیتی ہے اور اس طرح جسم کو نقصان نہیں پہنچتا قدرت دھوپ میں کام کرنے والے کسانوں اور مزدوروں کا رنگ حسب ضرورت سیاہ کر دیتی ہے تاکہ انہیں نقصان نہ پہنچے یوں سمجھئے کہ کالا رنگ ایک زرد ہے جو جسم کو آفتاب کے آتشیں تیروں سے بچاتا ہے۔ علمائے فطرت کا خیال ہے کہ تمام کالے جانور مثلاً کوا، کوئل اور کالی بکری خط استواء کے ارد گرد پیدا ہونے تھے اور انکی یہ رنگت تیز دھوپ سے پہنچنے کی خاطر تھی۔ یہیں سے ان کی نسلیں دیگر خطوط میں پہنچیں اور وہاں بھی انکا رنگ کالا ہی رہا اس لئے کہ ایک جبشی کی نسل یورپ میں بھی سیاہ ہی رہتی ہے۔

گیدڑ لو مرٹی ہر ان خرگوش چکور تیتر اور بیٹر ہم رنگ زمین ہوتے ہیں اور انکی خاکستری رنگت ان کو دشمن سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر ایک خرگوش سبز زرد یا سرخ ہوتا تو شکاری جانوروں کو بہت دور سے نظر آ جاتا اور بہت جلد لقمه اجل بن جاتا جو خرگوش ہمارے گھروں میں رہتے ہیں اور انکی نگرانی انسان کے سپرد ہوتی ہے وہ سفید ہوتے ہیں۔ بعض شکاری جانور مثلاً باز بھیرڈ یا دغیرہ بھی خاکی رنگ کے ہیں تاکہ شکار انہیں دور ہی سے دیکھ کر بھاگ نہ جائے اور

وہ بھوکے نہ مرجائیں۔

افریقہ کے جنگلوں میں شیر بہت ہوتے ہیں اور زیبرے بھی کافی ہوتے ہیں۔ ان غیر مفید جانوروں کو شیر دور ہی سے دیکھ لیتا ہے اور فوراً پیچھا شروع کر دیتا ہے۔ جنگلی گدھوں یعنی زیبروں کی یہ رنگت بہت سے مفید جانوروں کو شیر کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔

گائے بیل گھوڑے کتے اور ملی کے رنگ میں اس لئے نوع ہوتا ہے کہ یہ جانور انسانی پناہ میں رہتے ہیں اور انہیں ہم رنگ زمین بننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان انکی حفاظت کرتا ہے اور یہ اپنے مختلف رنگوں کے باعث انسان کے نوع پسند ذوق کے لئے سامان فرحت بہم پہنچاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۱

بحری جہاز

فرمان الٰہی ہے :

وَالْفُلُكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔

ترجمہ :

اور کشتی جو سمندر میں تیرتی ہے وہ چیزیں لے کر جو انسان کو نفع دیتی

ہیں۔

چھوٹی چھوٹی کشتوں سے لے کر دیو پیکر جمازوں تک جو دریاؤں اور
سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ انسانی عقل اور اس کے ہاتھوں کی تراش و خراش کا نتیجہ ہیں لیکن
سوال یہ ہے کہ ان کی تیاری نے لئے لکڑی لوہا اور دوسرے متریل کو کس نے
پیدا کیا بادبانی کشتوں کو متحرک رکھنے کے لئے ہوا میں کس نے چلا میں اور
دخانی جمازوں کی حرکت کے لئے ایندھن کس نے پیدا کیا لکڑی کی طبیعت
میں یہ خاصہ کس نے رکھا کہ وہ ہزاروں ٹن بوجھ اٹھانے کے باوجود بھی سطح
سمندر پر تیرتی رہتی ہے۔ لوہا اور لکڑی دو نوں جسمیت میں متماثل ہیں۔ پھر
ان میں یہ فرق کس بنے رکھا ہے کہ لوہا ایک تولہ ہو تو پانی میں ڈوب جاتا ہے
اور لکڑی ہزاروں ٹن کی بھی ہو تو سطح آپ پر تیرتی رہتی ہے۔ پھر انسانوں کے
دلوں میں یہ سکون اور طہانیت کس نے رکھی ہے کہ وہ بھری سفر کے لئے بے
خوف و خطر تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر علاقہ کو کسی خاص جنس کے ساتھ کس
نے خاص کیا جسکی وجہ سے بھری سفر کی ضرورتیں پیش آتی ہیں اور جب غیظ
و غضب سے بھر پور طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو ان جمازوں کو سلامتی کے
ساتھ کون پار لے جاتا ہے اور جب خطرات میں گھر جاتے ہیں تو مسافروں کی
نظریں کس کی طرف اٹھتی ہیں دعاویں کے لئے ہاتھ کس کی بارگاہ میں اٹھتے
ہیں۔ تم دن رات ایسے واقعات دیکھتے ہیں لیکن ان واقعات اور حوادث کے

پچھے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت جو ہاتھ کار فرمائے اسکی طرف ہمارا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ نقوش اور فطرت کے عجیب و غریب کر شئے شب و روز ہمارے سامنے آتے ہیں لیکن فاطر اور نقاش کی طرف ہماری نظریں نہیں اٹھتیں۔ صفت و خلقت کے بہترین نمونے ہر وقت ہمارے پیش نظر رہتے ہیں لیکن صانع اور خالق کی طرف ہم ملتفت نہیں ہوتے حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ایسا خالق کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے۔

دلیل نمبر ۲۲

نظام کائنات

وَكَائِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمْرُؤُنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

مُعْرِضُونَ۔

ترجمہ :

زمیں و آسمانوں میں نشانیوں کی ایک دنیا موجود ہے لیکن وہ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

زمیں و آسمان کی پہنائیوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کا ایک غیر متناہی سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ کمھی سے بکیر ایک ہاتھی تک دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک جسم کی ساخت اس کے حسب حال بنائی ہے۔ ہاتھی

کے عظیم جثہ میں اسکی ضرورت کے جو اعضاء پیدا کئے ہیں وہ تمام اجزاء مکھی کی معمولی جامات میں بھی موجود ہیں۔ حشرات الارض سے لے کر درندوں تک چرندوں سے لے کر پرندوں تک جانوروں کی ہر نوع کو دیکھئے ہر جانور میں اسکی بے عیب خلقت اور عظیم حکمت کے آثار نظر آئیں گے۔ پھر اس نے ہر جانور کی ایک غذا مقرر کی ہے اور اس کی اپنی غذا کے حصول کے راستے اور اپنے سے بڑے جانور سے تحفظ کے طریقے سکھائے۔ شمال مغربی سرد اور بر فانی علاقوں کے جانوروں کو دیکھئے ان کے جسم پر لمبے لمبے اور گھنے اونی بال نظر آئیں گے۔ بالوں کی یہ افزائش ان کا علاقائی سردی سے تحفظ کرتی ہے اور مشرقی اور گرم علاقوں میں ان جانوروں پر یہ بال نہیں ہوتے کیونکہ اگر اس قدر گرم علاقوں میں ان پر یہ بال ہوں تو وہ گرمی سے جھلس کر رہا جائیں۔ اسی طرح ہر علاقہ کے رہنے والے انسانوں کے مزاج کو وہاں کے حسب حال بنایا ہے۔ افریقہ اور اس جیسے گرم علاقوں میں رہنے والوں کا مزاج اس قسم کا بنایا ہے کہ وہاں کی شدید گرمی کو برداشت کر سکیں اور شمال مغربی علاقوں میں جہاں بے انتہا سردی پڑتی ہے وہاں کے رہنے والوں کے مزاج میں اس سخت سردی کو سہارنے کا عنصر رکھا ہے۔ یہ حکیمانہ تدبیر اور یہ مخلوق کی حسب حال رعایت اور یہ حسین عالمی انتظام دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

دليل نمبر ۲۳

حشرات الارض

خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَائِبٍ مِّنْ مَاءٍ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيُ عَلَى بَطْنِهِ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيُ عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيُ عَلَى أَرْبَعٍ ۖ يَخْلُقُ اللَّهُ
مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔

ترجمہ :

اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ان میں سے بعض پیٹ کے بل اور بعض دو اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک زہریلا سانپ جس کو کائے وہی مر جائے مگر ایک سانپ کا دوسرا سانپ کو کائنات کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا محققانہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ہر ایک سانپ کے منہ میں دو عظیم خزانے ہیں ایک قاتل اور دوسرا تریاق یہ دونوں باہم ضد ہیں لیکن بہت ہی پاس پاس یہ دو دشمن آباد ہیں جنکی پیدائش کی ایک ہی جگہ ہے۔ ایک منہ ایک غذائے پیدا ہوئے ہیں ان کے پیچے میں ایک باریک سا پردہ ہے جو ہر ایک خزانے کو الگ الگ رکھتا

ہے۔ ماہرین نے سانپ کے ان دونوں خزانوں کے بارے میں تجربہ کیا ہے اور وہ اس طرح کہ اول بار یک آلات کے ذریعے سے وہ دونوں خزانے توڑ کر الگ الگ نکالے گئے پھر بار یک بی پچکاری کے ذریعے زہر کا خزانہ جو نہایت قلیل سی زہر میں رطوبت تھی ایک کتنے کے بدن میں پہنچائی تب فوراً ہی وہ کتا مر گیا پھر تریاق کی پچکاری دوسرے کتنے کو لگائی گئی اس کے بعد زہر میں پچکاری لگا کر دیکھا تو اب کوئی اثر پیدا نہ ہوا۔ اس تجربے سے پتہ چل گیا کہ زہر اور تریاق کے دو متضاد خزانے بہت ہی پاس پاس مل گئے۔ زہر کی حالت یہ ہے کہ کل کائنات زہر کی ایک قطرہ کا ساٹھواں حصہ رطوبت ہے مگر تاثیر میں دو تین قطرہ سنکھیا سے بھی زیادہ تیز ہے۔ اسی طرح تریاق کی حالت بھی ایسی ہی ہے جسکی مقدار قطرہ کا ساٹھواں حصہ بھی نہیں ہے مگر تاثیر میں نہایت تیز ہے۔ اگر زہر کے مقابل تریاق نہ ہوتا تو سانپ کی نسل دنیا میں نہ رہ سکتی۔

ایک سانپ دوسرے کو کاٹ کر فوراً تباہ کر دیتا۔ سانپ کے منہ میں زہر بہت سے فائدوں کے لئے امانت رکھا گیا ہے۔ اگر نکالے سانپ کا زہر ایک یونڈ پانی میں حل کیا جائے پھر اس یونڈ سے ایک قطرہ دس یونڈ میں ملا کر حل کیا جائے پھر اس دس یونڈ سے ایک قطرہ اس آفت رسیدہ کو پلایا جائے جو کہیں برف میں دب گیا ہو اور پھر بہت دیر کے بعد نکالا گیا ہو۔ برف کی ٹھنڈیک سے جسکا خون جنم گیا ہو سانس آنا بند ہو چکا ہو کوئی دم کا مہمان ہو۔ علاج بالضد ہوتا ہے

اگر برف والے مریض کو کوئی ایسی قوی دوادی جائے کہ جس کے سبب حرارت فوراً بدن میں پھیل جائے تو ایسا مریض فوراً اچھا ہو سکتا ہے۔ ایسی کوئی دوا موجود نہ تھی بجز اس زہر کے جو مدد کیا گیا پس اس کا قطرہ پلاتے ہی فوراً سارے بدن میں گرمی ہی کے ساتھ روح پھیل جائیگی اور دوبارہ زندگی میسر ہو گی۔ یہ ہے قدرتِ خداوندی کا عظیم کرشمہ۔

شیر جسمانی طاقت کی وجہ سے شاہ حیوانات کھلاتا ہے لیکن عقل و دانش کی بنا پر بادشاہ کا انتخاب ہوتا تو یقیناً چیو نٹی بادشاہ ہوتی۔ چیو نٹیاں بڑی عقلمند ہوتی ہیں۔ جماعتیں بناتی ہیں۔ ذخیرے جمع کرتی ہیں۔ معماری نجاری گاؤں پروری سپاہ گری کاشت کاری اور غلام گیری کے فرائض نہایت عقلمندی سے سرانجام دیتی ہیں۔

ہر بل میں چار قسم کی چیو نٹیاں ہوتی ہیں۔ ملک، ملکہ، مزدور اور سپاہی، مزدور تعداد میں زیادہ، سپاہی جسمانیت میں بڑے ہوتے ہیں۔ ملک اور ملکہ ہر دو کے پر ہوتے ہیں اور ملکہ بادشاہ سے زیادہ موٹی ہوتی ہے۔ حواس خمسہ کے علاوہ ہر چیو نٹی کے چار جڑے، انتریاں، دم میں ایک چھوٹا سا ڈنگ پاس ہی زہر کی ایک تھیلی اور پہلوؤں میں سانس لینے کے دوسرا خ ہوتے ہیں۔ ہوا ان سوراخوں میں داخل ہو کر بے شمار نالیوں میں چلی جاتی ہے۔ ان نالیوں کا جال چیو نٹی کے جسم میں اس طرح پھجھ ہوا ہوتا ہے جس طرح ایک

پتے میں رگیں۔

چیونٹی کا گھر پندرہ سے بیس فٹ گرا ہوتا ہے۔ اندر فن تعمیر کا حیرت ناک کمال دکھائی دیتا ہے۔ سب سے نیچے کچھ کمرے اور پر بالا خانے، گلریاں اور ملاقات اور مشورے کے ہال، مٹی کے ستونوں پر بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی کی اس صنایعی سے متاثر ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک شخص سے کہا تھا:

چیونٹی کے پاس جا اس کے اعمال کا مطالعہ کر اور دانہ بن جا۔

محنت، صبر اور استقلال سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ ہر سہ صفات چیونٹی میں بد رجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

ملکہ بل میں ادھر ادھر انڈے ڈال دیتی ہے۔ مزدوروں کی جماعت ان انڈوں کو اکٹھا کر کے ایک محفوظ کونے میں رکھ دیتی ہے۔ ان کی تربیت پر دائیاں مقرر ہوتی ہیں اور جب بچے نکل آتے ہیں تو آغاز میں انہیں ہضم شدہ غذا کھلاتی ہیں۔ ان بچوں کو لمحاظ عمر ایک قطار میں رکھتی ہیں۔ انہیں تھیکانی ہیں چاٹتی اور نہلاتی ہیں اگر کوئی دشمن بل پر حملہ کر دے تو انہیں اکٹھا کر کے محفوظ مقام پر لے جاتی ہیں اور اگر بارش میں بھیگ جائیں تو دھوپ میں نکال کر انہیں خشک کرتی ہیں۔

چیونٹیاں بل کے قریب بعض غلے یو دیتی ہیں جب فصل پک جاتی

ہے تو اٹھا کر بلوں میں لے جاتی ہیں۔

اگر مختلف بلوں کی چیزوں میں کہیں سیلاپ میں پھنس جائیں تو ہر بل کی چیزوں میں اپنے ساتھیوں کو سو نگہ کر پہچان لیتی ہیں اور اٹھا کر گھر کو چل دیتی ہیں۔

چیزوں میں بعض درختوں کے پتے توڑلاتی ہیں اور پھر انہیں بھگو کر بطور فرش گھر میں پھجاتی ہیں۔ اگر کوئی چیزوں کی زخمی ہو جائے تو فوراً دوسرا چیزوں کی کیا وی عمل سے اپنے تھوک کو دھاگے کی شکل میں بدل لیتی ہے اور س سے زخم کو سی دیتی ہے۔

اگر کوئی چیزوں کی مر جائے تو اسکا باقاعدہ جنازہ اٹھتا ہے اور پھر رسم کے ساتھ دفن کی جاتی ہے۔ چیزوں کے یہ سارے کارنامے دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے :

سبحان تیری قدرت

دلیل نمبر ۲۳

عجائب فطرت

فطرت کا ہر منظر نہایت حسین رنگیں اور نظر نواز ہے۔ مثال کے

طور پر

ل۔ چڑیاں کسان کی معاون ہیں اور ان حشرات کو ختم کرتی ہیں جو فصلوں

کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

ب۔ ہر پرندے کو اسکی ضرورت کے مطابق ساز و سامان ملا ہے دانہ دنکا چکنے والوں کو سادہ سی چھوٹی چونچ ملی، ہدہ کو جو تنوں میں سوراخ کر کے گھر بناتا ہے اور درختوں کی چھال میں کیڑے تلاش کرتا ہے لمبی اور نکیلی چونچ عطا ہوئی، طوٹے کا کام کچے پھلوں کو کائنا ہے اسے وہ موٹی اور تیز اور سخت چونچ سے نوازا گیا، مرغائی اور بظہ کا کام پانی میں غذا کی کافی مقدار سمیننا ہے اس لئے اسے کڑچھانما چونچ ملی، چیونیاں کھانے والا جانور چیونیوں کے بل میں اپنی لمبی زبان ڈال کر کچھ دیر انتظار کرتا ہے جب اسکی زبان کے ساتھ بہت سی چیونیاں چمٹ جاتی ہیں تو وہ زبان کھیچ کر سب کو ہڑپ کر جاتا ہے۔

پنجے بھی حسب ضرورت عطا ہوئے ہیں۔ شکاری پرندوں کو سخت نکیلے اور بڑے پنجے ملے باقی پرندوں کو چھوٹے اور مضبوط پنجے دیئے گئے تاکہ وہ شاخوں کو پکڑ سکیں۔ مرغائی درخت پر نہیں بیٹھتی اس لئے اسے جھلی دالے چوڑے پنجے عطا ہوئے۔

ج۔ پرندوں کی کئی اقسام ہیں اور رنگ بھی مختلف۔ ان کو یہ مختلف اور خوبصورت رنگ دو مقاصد کے لئے دیئے ہیں۔ اول کائنات کو حسین تر بنانے کے لئے دوم خود پرندوں کی حفاظت کے لئے تیتر بیٹر اوز چکور وغیرہ کو ہر رنگ زمین بنایا گیا ہے تاکہ وہ دور سے نظر نہ آئیں۔ باغوں اور بیلوں میں رہنے

والے پرندوں کو پتوں پھولوں اور شگوفوں کا رنگ عطا ہوا۔ جنگلی کبوتر کو نیلا رنگ ملا تاکہ وہ نیلی فضا میں نظر نہ آئے۔ چونکہ خانگی کبوتر کی حفاظت خود انسان کے سپرد تھی اسلئے انہیں مختلف رنگ عطا ہوئے تاکہ یہ انسان کے لئے سامان تفریح بن سکیں۔

و۔ ہر جاندار کو کوئی نہ کوئی آواز عطا ہوئی۔ حیوانات کو کرخت مثلاً بیل بھینسے بجے اور گدھے کی آواز، پرندوں کو سریلی مست اور وجد آور مثلاً کوئل اور مور چکور تیتر، فطرت کے ان گلوکاروں کا کمال دیکھئے کہ وہ ایک ہی آواز ایک ہی زیرِ نعم سے بار بار دو ہرا تے ہیں لیکن سننے والا آکتا تا نہیں۔

ن۔ بعض پرندے تنکوں سے گھونسلے بناتے ہیں۔ بعض پروں سے۔ چیل اور عقاب شاخوں سے۔ بعض پرندے گھونسلے کا اندر ورنی حصہ کچڑ سے لیپ دیتے ہیں۔ غوطہ خور پرندوں کے گھونسلے عموماً پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ چڑیاں پکڑنے والا جانور باز کسی پرندے کے مت روک گھونسلے پر قابض ہو جاتا ہے۔

و۔ جو پرندہ جس ماحول میں رہتا ہے اسی سے ملتے جلتے رنگ کے انڈے دیتا ہے تاکہ وہ دور سے نظر نہ آئیں۔ حفاظت نسل کا جذبہ ہر جاندار میں پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن پرندوں کے انڈے بڑی مقدار میں کھائے جاتے ہیں مثلاً اولادی مرنگی تو وہ بے شمار انڈے دیتے ہیں کہ شاید کوئی بچہ رہے

اور انکی نسل چلتی رہے۔ انڈے کے اندر پچ کی چونچ پر ایک چھوٹا سا سینگ ہوتا ہے جس سے وہ انڈے کو توڑ کر باہر آتا ہے۔ چونکہ باہر آنے کے بعد اسکی ضرورت نہیں رہتی اس لئے باہر آنے کے بعد وہ خود مخود غائب ہو جاتا ہے۔

انڈوں کو عموماً مادہ سینتی ہیں۔ لیکن آسٹریلیا میں ایک پرنده ہے جس کو ایمو کہتے ہیں اس کے انڈوں پر صرف نر بیٹھتا ہے۔ مادہ قریب نہیں جاتی ایک جنگلی مرغی جسکو "مُور ہن" کہتے ہیں اس کے انڈوں پر اس کے جوان پچ بیٹھتے ہیں۔

المپر پینگوئن ایک پرنده ہے جو محمد سمندر پر انڈے دینے کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔ جب بچے نکلتے ہیں تو ایک ایک من بھاری پرندي نہ جانے کہاں سے آجاتے ہیں ان پھوٹ پر چھپتے ہیں اور ان کو اٹھا کر پانے کے لئے جاتے ہیں۔ انگلستان میں ایک پرنده ہے جس کا نام "سکو" ہے اسکی شرارت دیکھئے یہ مختلف گھونسلوں پر گھومتا ہے۔ جہاں بھی اسے اپنے انڈوں سے ملتے جلتے انڈے نظر آتے ہیں وہاں ہر روز ایک انڈہ دے کر اس گھونسلے کا ایک انڈا باہر لے جاتا ہے۔ اسی گھونسلے کے انڈوں کی تعداد پوری کرنے کے بعد دو چار اور گھونسلے اسکی اس شرارت کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ مگل ۲۶،۲۵ انڈے دیتا ہے۔

مرغائی کی ایک قسم شل ڈریک کے پچے جب تیرنے کے قابل ہے۔

ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں اپنی پیٹھ پر بٹھا کر پانی کے ذخیروں کی طرف اڑ جاتی ہیں اور دران پرواز پنجے اس کے بالوں کو چونچ سے پکڑے رکھتے ہیں۔

مادہ مگر مجھ ریت میں ایک خندق کھود کر پنج میں انڈے دیتی ہے اور اوپر ریت ڈال دیتی ہے۔ جب تین ماہ کے بعد ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو انڈوں کے اندر پھول کو ہجکی لگ جاتی ہے۔ زمین کی لرزشیں اس آواز کو انگلی ماں تک پہنچاتی ہیں اور ماں ریت کو ہٹا دیتی ہے تاکہ پیدائش میں رکاوٹ نہ بنے۔

ایک پودا ہے جس کا نام سن ڈیو ہے۔ اس کے پھول میں میٹھارس ہوتا ہے۔ جب کوئی مکھی اس میں داخل ہوتی ہے تو وہ وہیں پھنس کر رہ جاتی ہے اور پودا سے کھا جاتا ہے۔

د لیل نمبر ۲۵

منظار کائنات کی تسخیر

خدا کی ہستی کی ایک بہت بڑی دلیل وہ عجز و مقہوریت اور انقیاد و اطاعت بھی ہے جسکے آثار ہم اس کائنات کی تمام بڑی اور شاندار مخلوقات میں پاتے ہیں۔ یہ اس بات کا نہایت قوی ثبوت ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کی طرف الوہیت کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ الوہیت کی صفت کے ساتھ کوئی ایسی ہی ذات متصف ہے جو ان سب سے اعلیٰ اور ان سب سے برتر ہے۔ سورج چاند ستارے اپنے حسن و عظمت کے باوجود اور زمین دریا پہاڑ ہوا ابر

برق و رعد اپنی وسعت قوت و جلالت کے ساتھ ایک محکم نظام حکمت کے ماتحت مقصود مسخر ہیں۔ انکی سب کی فرمازوں کوئی اور ہستی ہے وہ کون ہے جو ان سب کا خالق و مالک ہے۔ قرآن نے مشرکین عرب کی زبان سے اسکا جواب یہ دیا کہ

لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ
الْعَلِيمُ۔

ترجمہ :

اگر تم ان سے پوچھو گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ جواب دینگے ان کو عزیزو علیم نے پیدا کیا۔

جو شخص بھی اس کائنات کے مظاہر پر غور کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان میں سے کسی کی طرف اس کائنات کی تخلیق کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ اس کائنات کا خالق کوئی ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے جو عزت و کبریائی اور علم و حکمت کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہو۔

مظاہر کائنات میں سے جو جتنے ہی زیادہ شاندار ہیں انکی پیشانی پر اطاعت کا داعی اسی قدر زیادہ ابھر اہوا ہے۔ جو اس بات کا نہ ثبوت ہے کہ ان کا خالق و مالک وہ ہے جسکی اطاعت میں یہ رات دن مصروف عمل ہیں۔

دیل نمبر ۲۶

کائنات کی محکم تدبیر

خدا کے وجود کی ایک بہت بڑی شادت وہ محکم اور ہمہ گیر تدبیر و نظام ہے جسکا اس کائنات کے ہر گوشہ میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا مختلف قوتوں کی ایک رزمگاہ ہے۔ دوسری طرف یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان قوائے مختلفہ کے اس تصادم کے اندر نہ صرف یہ کہ تمام چھوٹی بڑی مخلوقات قائم و باقی ہیں بلکہ اپنی صلاحیت و استعداد کے اعتبار سے پھل پھول رہی ہیں۔ ایک طرف یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کی ہر قوت شتر بے مہار کی طرح اپنے رخ پر بڑھتی چلی جا رہی ہے نہ وہ کسی نظام قاہر کی پابند معلوم ہوتی ہے نہ کسی برتر قوت کی محکوم و مطیع لیکن پھر دفعۃ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مخفی ہاتھ اسکی باغ موز کر اس کو ایک سمیت سے دوسری سمیت پر لگادیتا ہے۔ کتنی بار ہم دیکھے چکے ہیں کہ بعض بڑے بڑے اجرام سماویہ کسی خاص رخ پر ہڑ چلے اور اگر وہ اسی رخ پر بڑھتے چلے جاتے تو لازم تھا کہ ہمارے کرۂ زمین سے ٹکڑا جاتے اور یہ کرۂ زمین پاش پاش ہو کے رہ جاتا۔

مقام غور ہے کہ وہ کونسی ہستی ہے جو ان عناصر قوی اور اجرام و اجسام کی بائیں تھائے ہوئے ہے۔ جس حد تک چاہتا ہے ان کو دھکیلتا ہے اور پھر

جہاں چاہتا ہے روک دیتا ہے اور اس کے بعد وہ ایک انج بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیا یہ مغض اتفاق ہے کیا یہ اندھی بہری قوتوں کی اپنی صوابدید سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کیا عقل بشری اور قلب انسانی کو ان جوابات سے تشفی وطمأنیت مل سکتی ہے۔ قرآن اس کا جواب یہ دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَاً۔

ترجمہ :

اللَّهُ تَعَالَى آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ اپنی جگہ سے مل نہ جائیں۔

یہ وہ تدبیر و نظام ہے جو اس مادی دنیا کے قوی اور عناصر کے درمیان ہم دیکھتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر اگر ہم اس کائنات کے اخلاقی قوی کے تصاویر اور اس کے احوال و نتائج پر غور کریں تو وہاں بھی ہمیں یہی قانون کار فرمان نظر آتا ہے۔ ایک باطل نظریہ جنم لیتا ہے۔ اس نظریے کے علمبردار پیدا ہوتے ہیں اس پر ایک باطل نظام اخلاق ایک باطل نظام معیشت اور ایک باطل نظام سیاست پروان چڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے غلبہ کے نیچے دب کر صالح اخلاق کے تمام عناصر دم توڑ دیں گے۔ تا ہم اس نظام باطل کو مہلت ملتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام خشکی و تری میں

فساد کی سیاہی چھا جاتی ہے اور اس عالم کے مصلحین اس دنیا کی ازسر نو اصلاح سے مایوس ہونے لگتے ہیں پھر دفعۃ ایک وقت آتا ہے کہ کوئی مخفی ہاتھ نمودار ہو کر اس پورے نظام باطل کو اس طرح جھنجھوڑتا ہے کہ اسکی ایک ایمنٹ بکھر جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے :

وَزُلِّلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ، مَتَّىٰ نَصْرًا اللَّهِ أَلَا
إِنَّ نَصْرًا اللَّهِ قَرِيبٌ۔

ترجمہ :

اور ہلا دئے جاتے ہیں یہاں تک کہ پکارا ٹھتے ہیں انبیاء اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔

ان مشاہدات کے بعد کون ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور کر سکے کہ دنیا آپ سے آپ وجود میں آئی اور خود مخود قائم ہے یا یہ گمان کر سکے کہ یہ مختلف قوی اور عناصر کی ایک رزمگاہ ہے اور یہ قوی اور عناصر کسی بالاتر طاقت کے زیر نگیں نہیں ہیں یا یہ خیال کر سکے کہ اس بالاتر قوت کی حاکمیت منقسم ہے یا یہ سوچ سکے کہ اس دنیا کو اس کے پیدا کرنے والے نے پیدا کر کے انہے بھینیے کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ اس کے اوپر کوئی بالاتر قوت اور اخلاقی

اصول کا فرمان نہیں ہے۔

د لیل نمبرے ۲

کائنات کا حسن و جمال

کائنات کا حسن و جمال انسان کو اپنی طرف متوجہ کر کے دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز سادہ و بے رنگ نہیں ہے۔ آسمان سے لے کر زمین تک کوئی چیزہ ایسا نہیں جماں سے انسان غافل اور بے پرواہ ہو کر گزر جائے۔ ہر جگہ اس کے دل کو کھینچنے اس کی آنکھوں کو بیدار کرنے اور اس کے کانوں کو بھولنے کے لئے دلفریب مناظر بے حجاب جلوے اور شیریں نغمے موجود ہیں اور ساتھ ہی انسان کے اندر حسن کا نہایت گرا احساس و دلیعت کیا گیا اس وجہ سے جب وہ اپنے ارد گرد حسن و جمال کے یہ گوناں گوں جلوے دیکھتا ہے بد فتحہ اس کے اندر ان کے صانع کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ یہ تصور کرنے سے بالکل قادر ہے کہ اتنی دلفریوں سے یہ معمور دنیا خود خود وجود میں آگئی اور اگر اس پر حیوانی بلادت کا غلبہ نہیں ہوتا تو وہ بے اختیار پکارا ٹھتا ہے :

تبارک اللہ احسن الحالین

ترجمہ :

بڑا ہی خیر و برکت والا ہے اللہ جو بہتری پیدا کرنے والا ہے۔

یعنی صرف اس بات کا خیال اور احساس نہیں ہوتا ہے کہ اس کا نات کا ایک خالق ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بہترین خالق ہے۔ یکسر خیر و برکت ہے اس نے جو چیز بھی بنائی ہے وہ کمال قدرت کمال صنعت اور کمال خیر و برکت کا نمونہ ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا اپنے بقا کے لئے ان تمام رنگارنگ حسن آرائیوں کی محتاج نہ تھی۔ ممکن تھا کہ یہ زمین ہوتی لیکن اس میں یہ باغ و چمن یہ نشیب و فراز یہ وادی یہ کھسار نہ ہوتے ممکن تھا کہ یہ آسمان ہوتا مگر یہ ستاروں کی بزم آرائیاں شفق کی جلوہ کاریاں اور قوس و قزح کی رنگارنگیاں نہ ہوتیں ممکن تھا کہ یہ فضا ہوتی لیکن اس میں نیم کے جھونکے اور چڑیوں کے چچھے نہ ہوتے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا ان تمام جلووں سے معمور ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ قرآن کرتا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ انسان کے حسن باطن کو بیدار کر دے اور اس میں یہ بصیرت پیدا ہو کہ ایسی حسین و جمیل دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں نہیں آسکتی اور وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ کمال قدرت کمال صنعت اور حکمت اور کمال خیر و برکت کی صفات سے متصف ہے۔

ارشادر بانی ہے :

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَهَا وَمَالَهَا مِنْ

فُرُوجٌ وَالْأَرْضَ مَدَدُهَا وَالْقِنَافِيْهَا رَوَاسِيَ وَأَبْتَنَافِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ
بِهِيْجٍ تَبَصِّرَهُ وَذِكْرِي لِكُلِّ عَبْدٍ مُّثِيبٍ۔

ترجمہ:

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کیسا ہم نے اس کو بلند کیا
اور سجا�ا اور کہیں اس میں دراڑ نہیں اور زمین کو ہم نے پھچایا اور اس میں لنگر
انداز کر دئے پھاڑ اور اگائیں اس میں ہر قسم کی چیزیں۔ خوشنا بھیرت اور
یاد دہانی پیدا کرنے کے لئے ہر متوجہ ہونے والے بندے کے دل میں۔

اس دنیا کی چیزیں صرف ہمہی کسی مادی ضرورت، ہی کو نہیں پورا
کرتی بلکہ ان میں سے ہر ایک کی تخلیق میں حسن و خوبروئی اور کمال صنعت
کی ایسی نمود ہے کہ وہ آپ سے آپ ایک اعلیٰ اور برتر حقیقت پر ایمان لانے
کے لئے تنبہ بھی کرتی ہے اور یہ تنبہ کرنا مخفی انکا ضمنی مقصد نہیں بلکہ ان کا
اصلی وظیفہ ہی یہ ہے جن لوگوں کی حسنِ باطن بیدار ہوتی ہے ان کو اشیاء کا
یہی پہلو سب سے زیادہ روشن نظر آتا ہے لیکن جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے
اور بطن و فرج کی لذات کے سوا جن کے سامنے کوئی اور اعلیٰ مقصد نہیں رہ
جاتا انکی آنکھیں خوردپیوں اور دورپیوں سے مسلح ہونے کے باوجود اس
حقیقت کو دیکھنے سے قاصر رہ جاتی ہیں جو فی الحقیقت ہر شے کے اندر سب

سے زیادہ ابھری ہوئی ہے۔ چنانچہ قران نے ایسے لوگوں کو چوپا یوں سے
تشبیہ دی ہے اور انکی نسبت فرمایا:

لَهُمْ قُلُوبٌ " لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيَنٌ " لَا يُصِرُّونَ بِهَا وَلَهُمْ
أَذَانٌ " لَا يَسْمَعُونَ بِهَا۔

ترجمہ :

ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں انکی آنکھیں ہیں لیکن دیکھتی نہیں
ان کے کان ہیں لیکن سنتے نہیں۔

باب دوم

ا نفسی دلائل

و لیل نمبر ا

انسان عالم صغیر ہے

امام راغب مفردات القرآن میں فرماتے ہیں :

الْعَالَمُ عَالَمَانِ الْكَبِيرُ وَهُوَ الْفَلَكُ بِمَا فِيهِ وَالصَّغِيرُ وَهُوَ الْإِنْسَانُ
لِأَنَّهُ، مَخْلُوقٌ " عَلَى هَيْئَتِهِ الْعَالَمُ وَقَدْ أَوْجَدَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ كُلَّ مَا هُوَ
مَوْجُودٌ " فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ۔ پڑھنے کے لئے صفحہ ۳۴۹ مفردات

ترجمہ :

عالم دو ہیں ایک عالم کبیر جو فلک الافلاک ہے ان تمام موجودات اور
خلوقات کے ساتھ جواب میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرا عالم صغیر اور وہ انسان ہے
اس لئے کہ وہ عالم کبیر کی ہیئت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر اس چیز کو
پیدا فرمادیا ہے جو عالم کبیر میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

سَنَرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ :

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق اور انکے نفسوں میں۔

نفس انسانی کا آفاق سے مقابل ظاہر کرتا ہے کہ عالم صغیر کے سب حقائق اس عالم صغیر میں پائے جاتے ہیں جسے انسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک اور جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبَصِّرُوْنَ۔

ترجمہ:

تمہارے نفسوں میں نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس آیت کے تحت بیضاوی میں ہے:

وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ آيَاتٌ "إِذْمَافِي الْعَالَمِ شَيْئٍ" إِلَّا وَفِيْ الْإِنْسَانِ لَهُ نَظِيرٌ۔ ﴿۳۳۳﴾ (بیضاوی)

ترجمہ:

تمہاری جانوں میں تمام نشانیاں موجود ہیں۔ اس لئے کہ سارے عالم میں ایسی کوئی شے نہیں جسکی نظیر نفس انسانی میں موجود نہ ہو۔

بعینہم یہی مضمون مندرجہ ذیل مفسرین نے اس آیت کے تحت حسب ذیل عبارات میں ارقام فرمایا:

وَذَلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ عَالَمٌ "صَغِيرٌ" فِيهِ تَشَابُهٌ "مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ۔

﴿غرائب القرآن ص ۹ پارہ نمبر ۲۷﴾

ترجمہ:

انسان عالم صغیر ہے اسے عالم کبیر سے مشابہت ہے۔

قاضی شناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے:

فَإِنَّ فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ أَعْنَىٰ بَعْسَ الْإِنْسَانِ كَائِنٍ" مِنَ الْآيَاتِ كَمَا فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ۔ ﴿۸۳/۱۹﴾ تفسیر مظہری

ترجمہ:

عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کی نشانیاں موجود ہیں۔

علامہ محمود آکو سی بغدادی نے لکھا:

إِذْلِيسَ فِي الْعَالَمِ شَيْئِيْ "إِلَّا وَفِيْ ذَاتِ الْإِنْسَانِ لَهُ نَظِيرٌ" -

﴿۹۱۷﴾ روح المعانی

ترجمہ :

دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں جسکی نظر انسان میں موجود نہ ہو۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ لَهُ نَظِيرٌ۔

فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ۔ ﴿۲۰۲۱﴾ قرطبی

ترجمہ :

بعض دانالوگوں نے فرمایا عالم کبیر کی نظر عالم صغیر میں

موجود ہے۔

اب قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

عالم کائنات کی دو اقسام ہیں عالم شہادت اور عالم غیب، عالم شہادت اجسام کا عالم ہے جو آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے اور عالم غیب جسمانیت سے پاک ہے اور آنکھوں سے او جھل جیسے ملائکہ، نزول وحی علوم و معارف۔

اسی طرح انسان میں ایک عالم شہادت ہے جو محسوس ہوتا ہے وہ بد نی عالم اور جسمانی جہان ہے جس میں گوشت پوست ہڈی چمڑہ اور اجزاء بدن شامل ہیں۔ ایک عالم غیب ہے جو آنکھوں سے محسوس نہیں ہوتا جیسے روح انسانی کہ اس میں علم کے چشمے ہیں، صفات کمال اور حواس خمسہ وغیرہ

ہیں۔ پھر جیسے اس دنیا کے عالم شہادت میں دو حصے ہیں سفلیات جیسے زمین اور اسکے سبزہ زار دریا اور پہاڑ وغیرہ اور علویات جیسے آسمان آفتاب اور چاند وغیرہ ایسے ہی انسان میں بھی دو حصے ہیں ایک فو قانی حصہ جس میں دماغ اور قلب ہے کہ یہی اسکے علویات ہیں اور دوسرا تھانی حصہ ہے ہاتھ پاؤں پیٹ اور پیٹھ وغیرہ شامل ہیں پھر زمین کے سفلیات میں عناصر اربعہ یعنی مٹی آگ ہوا اور پانی موجود ہے اور علویات میں علوم و معارف رحمت و غضب وغیرہ پائے جاتے ہیں ٹھیک اسی طرح انسان کے سفلیات یعنی بدن میں ان ہی چاروں عناصر کے اثرات حرارت برودت رطوبت اور یبوست کا فرمائیں اور اس کے علویات یعنی قلب و دماغ میں حواس خمسہ اور بدن کی تدبیر و تصرف کی قوتیں موجود ہیں۔

انسانی بدن میں عناصر اربعہ

زمین

زمین ایک تودہ خاک ہے ایسے ہی انسان کا سارا جسم ایک مشت خاک ہے کہہ یہ بنا ہوا ہی مٹی سے ہے بدن پر سے میل کچیل جھٹڑتا ہے وہ مٹی کے سوا اور کیا ہے۔ زمین ہموار نہیں بلکہ اس میں اوپنج پنج طول و عرض اور گرائی ہے بدن انسانی میں بھی اوپنج پنج گرائی اونچائی سب ہی کچھ موجود ہے۔ زمین کے اندر رطوبات اور پانی بھرا ہوا ہے کہ ذرا زمین کھودو تو تری نکلنی شروع

ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی انسانی بدن کی زمین میں بھی ہے کہ اس کے نیچے بھی رطوبات ہیں۔ ذرا بدن کاٹ دو تو خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ زمین مختلف رنگوں کی ہے۔ سفید سرخ زرد سیاہ ایسے ہی بدن انسانی میں بھی مٹی کے مختلف رنگ ہیں سطح سفید زیر بغل سیاہ چہرہ پر سرخی رہتی ہے۔ ہڈیوں جوڑوں پر کھال کارنگ عموماً زرد ہوتا ہے پوری نوع انسانی پر نظر ڈالو تو ہر رنگ کا انسان نظر آتا ہے۔ مغربی انسان عموماً سفید، افریقی سیاہ، چینی زرد ہندوستانی گندم گوں اور عرب سرخی مائل ہوتے ہیں۔ زمین کا کوئی حصہ صاف تھرا ہے جو تفریح گاہ ہوتا ہے اور کوئی گندہ ہوتا ہے ایسے ہی بدن انسانی کا بعض حصہ وہ ہے جو صاف تھرا ہوتا ہے اسے عزت سے چوما جاتا ہے جیسے چہرہ اور ہاتھ اور کوئی حصہ گندہ ہوتا ہے جیسے اعضاۓ نجاستہ غرضہ مٹی اور اسکی مخصوص صفات و کیفیات انسان میں سب موجود ہیں۔

آگ

سارے عالم میں آگ اور بر قی رو دوڑ رہی ہے۔ اسی طرح انسانی جسم میں بھی ہر جگہ حرارت اور آگ پھیلی ہوتی ہے۔ پتھروں کو آپس میں رگڑو تو آگ نمایاں ہوتی ہے۔ ایسے ہی دونوں انسانی ہاتھ رگڑنے سے خوب گرمی پیدا ہوتی ہے۔ زمین کی آگ فیض ہے علویات یعنی سورج کا ایسے ہی انسانی بدن میں بھی حرارت فیض ہے علویات یعنی قلب و دماغ کا۔ قلب ہی وہ حرارت

عزیزی پیدا کرتا ہے جو رگوں میں بصورت خار پھیلتی ہے۔ پانی

پانی زمین کے گوشہ گوشہ میں سما یا ہوا ہے۔ بدن انسانی میں بھی پانی بصورت خون موجود ہے۔ جو بدن کا ٹھنڈا شروع ہو جاتا ہے۔ دنیا میں دریا اور نہریں بہتی ہیں۔ انسانی جسم میں رکیں ہیں جو بڑی چھوٹی نہروں کی شکل میں جاری ہیں جن سے بدن سیراب ہوتا ہے۔ زمین میں تالاب وغیرہ ہوتے ہیں جن کا پانی ٹھرا رہتا ہے جسم انسانی میں معدے میں پانی ٹھرا رہتا ہے۔ زمین میں مختلف چشمے جاری ہیں کسی کا پانی شیریں ہے کسی کا شور اور نمکین کسی کا تلخ اور کڑوا اور کسی کا ترش ہے ایسے ہی انسانی بدن میں چشمے جاری ہیں۔ منہ سے آب شیریں کا چشمہ جاری ہے۔ آنکھوں سے چشمہ شور جاری ہے جس کا پانی نمکین ہوتا ہے۔ پتے کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔ کان کا پانی کڑوا ہے۔ ناک کا پانی ترش ہے غرض اشان میں ہر ذات کے چشمے موجود ہیں دنیا میں کہیں پانی جاری رہتا ہے اور بعض پانی منجد رہتا ہے جیسے بحرِ منجد شامی اور بحرِ منجد جنوی۔ انسانی بدن میں بھی کچھ چشمے جاری ہیں جیسے تھوک سنک اور آنسو اور کچھ منجد جیسے بلغم کہ کبھی وہ سینہ میں جمتا ہے اور کبھی دماغ میں دنیا میں کہیں کے چشمے پینے کے قابل ہوتے ہیں اور کہیں گندہ پانی بہتا ہے جس سے سب نفرت کرتے ہیں جیسے گندے نالے ایسے ہی بدن انسانی میں ایک تو

منہ سے چشمہ جاری ہے جو ہر وقت پیا جاتا ہے اور ایک پیشتاب ہے جو گندہ پانی گویا گندی نالی سے بہتا ہے دنیا میں کہیں سرد پانی کے چشمے بہتے ہیں جیسے ٹھنڈے پہاڑوں پر اور کہیں گرم چشمے بہتے ہیں جماں گندھک کا زور ہوتا ہے۔ ایسے انسانی بدن میں ٹھنڈے پانی کے چشمے بھی جاری ہیں جیسے زبان سے اور گرم پانی کے چشمے بھی جاری ہیں جیسے آنسو یا پیشتاب دنیا میں برسات ہوتی ہے زمین سے پانی بخارات من کر اوپر اٹھتا ہے اور پھر زمین پر ہی بر سنے لگتا ہے ایسی صورت ہی جسم انسانی میں موجود ہے کہ گرمی کے موسم میں جسم ہی سے پیسہ نکلتا ہے اور جسم پر ہی لپکنے لگتا ہے۔ غرض سے پانی کی تمام اقسام انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں۔

ہوا

زمین پر ہوا میں چلتی ہیں۔ ایسے ہی انسان میں بھی سانس کی آمد و رفت کی صورت میں ہوا میں چلتی ہیں کہیں ہوا گرم اور کہیں سرد ہوتی ہے ایسے ہی انسان جو ہوا اندر لے جاتا ہے وہ سرد اور جو باہر نکالتا ہے وہ گرم ہوتی ہے پھر ہوا صاف بھی ہوتی ہے اور بدبو دار بھی انسان کو ڈکار آئے تو ہوا خوشبو دار ر صحیح خارج ہو تو ہول بودار۔ زمین پر کبھی آندھی چلتی ہے۔ انسان کبھی دوڑتا ہے تو سانس تیزی سے نکلتا ہے جو انسانی بدن کی آندھی ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ عناصر اربعہ کی جو کیفیت اس بڑے عالم میں ہے وہی مجنسہ اس

چھوٹے عالم میں بھی ہے۔

انسانی بدن کے جمادات

بدن انسانی میں موالید ثلاثة یعنی جمادات، نباتات اور حیوانات بھی موجود ہیں۔ زمین پر اگر پتھر اور ریت موجود ہے تو انسانی جسم میں ہڈیوں کا سلسلہ پہاڑی سلسلہ ہے گویا یہ بدن کے پتھر ہیں کوئی چھوٹا پہاڑ ہے کوئی پہاڑ بڑا ہے اور پوری اقلیم تن میں سلسلہ اسی طرح پھیلا ہوا ہے جس طرح زمین پر کوہستانی سلسلہ چلا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات تو انسان میں سے یہ متعارف پتھر اور ریت اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ نکلنے لگتی ہے جیسے گردہ میں سے پتھریاں آنے لگتی ہیں اور مثانہ میں نے ریت آنے لگتی ہے جنہیں دواؤں یا اپریشن کے ذریعے خارج کیا جاتا ہے۔ پھر جس طرح پہاڑوں پر مٹی جمٹی ہے ایسے ہی بدن میں ہڈیوں پر گوشت چڑھا ہوا ہے جو خاک کے تودوں کی طرح ان پہاڑیوں پر چھایا ہوا ہے۔ بعض پہاڑ گرم اور بعض سرد ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بدن کی سطح سرد اور مستور جگہ گرم ہوتی ہے۔ بعض پہاڑ واجب الاحترام ہوتے ہیں جیسے احمد پہاڑ جھر اسود کو چوما جاتا ہے ایسے ہی بدن انسانی کے بعض حصے چومے جاتے ہیں جیسے پیشانی وغیرہ۔

بدن انسانی کے نباتات

زمین پر طرح طرح کے نباتات اگتے ہیں۔ ایسے ہی جسم پر بال اگتے

ہیں زمین کے خطوں میں کہیں گھنا جنگل ہے کہیں چھیدا ایسے ہی بدن پر کہیں
گھنے بال ہیں جیسے سر اور کہیں چھیدے بال ہیں جیسے باقی بدن پر زمین پر بعض
نباتات ایسے ہیں جو برابر بڑھتے اور نشوونما پاتے رہتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ
یکساں حالت پر قائم رہتے ہیں نہ بڑھتے ہیں نہ گھٹتے ہیں جیسے پہاڑی خود رو سبزہ
اور درخت ایسے ہی بدن انسانی میں سر اور داڑھی اور موچھوں غیرہ کے بال وہ
ہیں جو برابر بڑھتے رہتے ہیں لیکن بقیہ جلد کے بال وہ ہیں جو ہمیشہ یکساں حالت
پر رہتے ہیں۔ نہ گھٹتے ہیں نہ بڑھتے ہیں۔ زمین پر بعض مقامات پر جھاڑ ہوتے
ہیں جن کو صاف کئے بغیر زمین پر رونق نہیں آتی اور بعض ایسے ہوتے ہیں
جنہیں قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ زمین کا حسن ہوتے
ہیں۔ ایسے ہی بدن کے بعض بال ایسے ہوتے ہیں جن کو صاف کرنے سے
حسن انسانی میں اضافے کا سبب ہیں جیسے بغل اور زیر ناف کے بال اور بعض کا
رکھا جانا، ہی حسن بدن ہے جیسے سر کے بال۔ دنیا کے پالے ہوئے باغوں میں
جب تک مالی کاٹ تراش نہ کرتا رہے ان کا حسن و کمال باقی نہیں رہ سکتا اسی
طرح بدن انسانی میں بعض بال ایسے ہیں کہ انکی اصلاح اور کتروبیونت، ہی سے
چہرے کا حسن قائم رہتا ہے۔ مثلاً موچھوں کے بال۔

انسانی بدن کے حیوانات

جنگلوں اور پہاڑوں میں مختلف قسم کے حیوانات رہتے ہیں زمین کی

رطوبات انکی غذا ہے اسی طرح انسانی نباتات یعنی سر کے بالوں میں جوئیں ہوتی ہیں یا پیٹ میں کینچوے ہوتے ہیں جو بدن کے خون کو چوستے ہیں اور پلتے ہیں زمین کی گھرائی میں جثثات الارض یعنی کیڑے مکوڑے اور سانپ ہوتے ہیں ایسے ہی انسانی بدن کے اندر لاکھوں جراشیم ہوتے ہیں۔ زمین کی مخلوق یہیں پیدا ہوتی ہے اور مر کر یہیں دفن ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی بدن کے اندر کے جراشیم بدن ہی میں پلتے ہیں اور مر کر زمین بدن ہی انکامد فن بنتی ہے۔

انسانی بدن کے زلزلے

زمین میں کبھی کبھی زلزلے آتے ہیں جس سے ساری زمین خود خود حرکت میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح بدن میں دھڑ دھڑیاں آتی ہیں جن سے پورا بدن ایک دم متحرک ہو جاتا ہے۔

علویات بدن

آسمان پر آفتاب اور مہتاب ہیں جن سے عالم میں روشنی ہوتی ہے۔ انسانی بدن میں آسمان یعنی سر میں دو آنکھیں ہیں جن سے عالم میں روشنی ہوتی ہے اور اچھی بڑی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ آسمان پر ستارے ہیں جن سے لوگوں کو راستہ ملتا ہے انسانی جسم میں دماغ ہے جس میں غور و فکر یہیں ہے جن سے انسان کو عمل کی راہیں ملتی ہیں۔ گویا ہزار ہا نظریات آسمان دماغ کے

ستارے ہیں جو ہدایت کی راہ استوار کرتے ہیں اور جیسے ستارے دنیا میں مادی تاثیرات پیدا کرتے ہیں جڑی بوئیوں اور مزاجوں میں مختلف گرم و سرد اثر ڈالتے ہیں ایسے ہی آسمان دماغ کے یہ فکری ستارے بدن پر اچھے برے اثر ڈلتے ہیں۔ فکر غم سے تو بدن گھلنے لگتا ہے اور اگر فکر مسرت ہے تو بدن تروتازہ ہو جاتا ہے اور عملی قوت بڑھ جاتی ہے حتیٰ کہ مزاج تک بدلت جاتے ہیں۔ آسمان کے اوپر عالم غیب میں جنت ہے جس میں سوائے مسرت واطمینان کے کسی غم کا نشان نہیں اور غیب ہی میں جہنم بھی ہے کہ وہاں غم اور پریشانی ہے۔ خوشی کا نام و نشان نہیں اسی طرح انسان کے باطن میں آثار مصائب و غم اور تشویشات مثل جہنم کے ہیں کہ انسانی نفس ہر وقت کوفت و کلفت کا شکار رہتا ہے اور آثار فرح و سرور اور بغاشت و طمانتیت مثل جنت کے ہیں کہ ان میں منہمک ہو کر انسانی نفس مگن اور دنیا و مافیہا سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے جنت مجموعہ لذات ہے ایسے انسان کا باطن بھی مجموعہ لذات ہے اور جیسے جہنم مجموعہ آفات ہے ایسے ہی باطن انسان بھی مجموعہ آفات ہے۔ آسمانوں میں سب سے اوپر عرش ہے جس پر خالق کی تجلیات کا بلا واسطہ دور دورہ ہے اسی طرح انسانی بدن میں لطیفہ قلب ہے جو تخلی گاہ رباني ہے۔ آسمان پر فرشتے مخفی خدمات سرانجام دیتے ہیں ان میں عصیان کا نشان نہیں اور وہی مدبرات امور ہیں ایسے ہی انسانی دماغ میں حواس خمسہ ہیں جو

اقليم بدن کی مخفی خدمات ملائکہ کی طرح انجام دیتے ہیں اور مدد و احتیاط بدن ہیں اور قلبی احکام کے سامنے ان میں عصیان کا نشان نہیں بلکہ قلب کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ آسمان کے نیچے غیبی عالم میں شیاطین بھی ہیں جو حکم الہی کے سامنے کبھی نہیں جھکتے بلکہ خود گمراہ ہو کر پوری کائنات کو گمراہ کر دینا چاہتے ہیں اور گناہوں کو طرح طرح کی مزین صورتوں میں پیش کر کے عالم کے سامنے قابل قبول بناتے رہتے ہیں ایسے ہی اقليم بدن میں آسمان دماغ کے نیچے انسان کا نفس امارہ ہے جو شیطان کی مثل ہے اور ہوا وہوس اور وساوس اس کے آلات کار ہیں یہ نفس امارہ فانی لذات گناہ اسراف عمل کی صورتیں خوب لذیذ بناتے کر آدمی کے سامنے کرتا رہتا ہے۔ غرض کہ فرش خاک سے لے کر عرش پاک تک مختلف قوتات کے تمام نمونے انسان میں موجود ہیں لیکن دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

انسان میں کمالات خالق کے نمونے

ساری کائنات کے لئے خدا کی ذات بارکات مدد بر اور حکیم ہے جو اپنی حکمت و قدرت سے عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اگر ذرا نظر رحمت پھیر لے تو سارے عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ ایسے ہی روح انسانی رخ موڑ لے تو سارا جسم بے جان ہو کر گل سڑ جائے تمام جہانوں کے لئے وہ ایک ہی مدد بر ہے جسکا دوسرا کوئی شریک نہیں ایسے ہی بدن انسانی کے لئے صرف ایک ہی

روح مدد بدن ہے جسکے ساتھ کوئی دوسری روح شریک نہیں۔ خدا یقینی اور حتمی ہونے کے باوجود نگاہوں سے او جھل ہے۔ اسی طرح روح انسانی یقینی ہونے کے باوجود نگاہوں سے او جھل ہے خدا تعالیٰ خالق کیتا ہو کر عالم کو نئی نئی صورتیں دیتا رہتا ہے مگر خود صورت سے پاک ہے ایسے روح انسانی بدن کو طرح طرح کی ہیئت دیتی رہتی ہے مگر خود ہر قسم کی ہیئت و صورت سے پاک ہے۔ ہر چیز میں خالق کائنات کا جلوہ سمایا ہوا ہے مگر کوئی اشارہ کر کے نہیں بتا سکتا کہ وہ فلاں جگہ ہے ایسے ہی روح بھی بدن کی رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے لیکن اگر کوئی بدن کی گمراہی میں بھی گھس کر کوئی روح کا مقام متعین کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ نکلا کہ عالم کبیر کے تمام نمونے عالم صغير یعنی حضرت انسان میں موجود ہیں اور یہ بات خدا کی ہستی اور اس کے وجود پر ایک عظیم دلیل ہے جس کا کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔

میری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

دلیل نمبر ۲

جسم انسانی ایک شہر ہے

انسان کا جسم ایک شر کی طرح ہے جس میں مختلف کام ہو رہے ہیں۔

مثالاً

- ۱۔ ابادوچی معدہ ایک باروچی کی طرح غذا پکارتا ہے۔
- ۲۔ عطار کوئی عطار غذا کا جو ہر نکال کر جزو بدن بنارتا ہے۔
- ۳۔ حکیم جگر ایک طبیب کی طرح غذا میں تیزاب ملارتا ہے۔
- ۴۔ جاروب کش انتڑیاں گردے پھر ہر دو گلاظت کو جسم سے باہر پھینک رہے ہیں۔
- ۵۔ کارگیر کوئی کارگیر خون کو گوشت میں تبدیل کرتا ہے۔
- ۶۔ بھٹہ ہڈیاں اپنیوں کی طرح پک کر مضبوط من رہی ہیں۔
- ۷۔ جُلاہا کوئی بافنہ اعصاب اور جھلیاں بن رہا ہے۔
- ۸۔ درزی کوئی درزی زخموں کو سی رہا ہے۔
- ۹۔ کاشتکار کوئی کاشتکار ہے جو جسم کے کھیت میں بال اگرا ہے۔
- ۱۰۔ رنگ ساز کوئی رنگریز ہے جو دانتوں کو سفید، بالوں کو سیاہ اور خون کو سرخ بنارتا ہے۔
- ۱۱۔ مصور کوئی عظیم مصور ہے جو ماں کے پیٹ میں پچ کی خوبصورت تصویر بنارتا ہے۔

دلیل نمبر ۳

جماہی

انسان نیند سے بیدار ہو کر انگڑا یاں لیتا ہے۔ سانس چند لمحوں کے لئے اندر کھینچ کر پھر باہر نکال دیتا ہے اسی کا نام جماہی ہے۔ یہ اس لئے کہ رات کے وقت خون کی ایک کثیر مقدار دل کا عمل جاری رکھنے کے لئے پھیپھڑوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ بیداری کے بعد چونکہ باقی اعضاء کو بھی کام کرنا ہوتا ہے اور خون کی تمام جسم کو ضرورت پڑتی ہے اس لئے جماہی سے پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں اور جمع شدہ خون یہاں سے نکل کر تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور چہرے کی رنگت شلگفتہ سی ہو جاتی ہے۔ انگڑائی خون کو پھینیلانے میں مدد دیتی ہے۔

دلیل نمبر ۴

کان

کان کی اندر وہی دیواریں ایک بدبو دار اور کڑوا گوند خارج کرتی ہیں تاکہ گرد و غبار اور کیڑے مکوڑے پیسے پھنس کر رہ جائیں۔ اگر حالت خواب میں کوئی چیزوں تھیں وغیرہ گھس جائے تو انسان کی زندگی و بال جان من جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ بدبو دار اور کڑوار س تیار کیا تاکہ چیزوں کی کان میں

داخل ہوتے ہی ہلاک ہو جائے۔

دلیل نمبر ۵

دماغ

انسان کا دماغ کھوپڑی کے مضبوط قلعے میں پانی کے اندر تیر رہا ہے۔ پانی کا فائدہ یہ ہے کہ اچھل کو دماغ دیواروں سے نہیں ٹکراتا۔ ریڑھ کی ہڈی دماغ سے نکل کر کمر تک جاتی ہے۔ اسکی سینکڑوں رگیں الگ ہو کر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جس طرح ٹیلیفون میں دو تار ہوتے ہیں ایک پیغام لینے اور دوسرا دینے کے لئے اسی طرح جسم کے ہر حصے میں پیغام بھیجنے اور لینے کے لئے ایک تار سے دماغ کو اطلاع دی جاتی ہے اور دوسرے تار سے ہاتھ کو حکم ملتا ہے کہ مکوڑے کو مار بھگاؤ۔

انسان کا دماغ کارخانہ الہی کا بڑا بھاری ورکشاپ ہے۔ کیا عجیب عجیب باقیں اعلیٰ اعلیٰ قسم کی مشینیں کیسے کیسے کارخانے کیسے کیسے بھری اور ہوائی جہاز اور کیسی کیسی سواریاں اسی دماغی ورکشاپ میں ڈھلتے ہیں۔ اس کارخانہ کی کوئی نہایت نہیں انسانی دماغ میں کتنی بڑی بڑی عدالتیں پکھریاں بڑے بڑے دفتر محافظ خانے دیوانی اور فوجدار مالی کلکٹر تھیصل محکمہ تعمیر انجينئر غرض کہ ساری دنیا کے جملہ کارخانے اور فیکریاں انسانی دماغ کا شمرہ ہیں۔ انسان کے دماغ میں ایک محافظ خانہ ہے جس میں دنیا بھر کی اشیاء محفوظ رہتی ہیں۔ قابل غور بات

یہ ہے کہ دنیا میں ایک دکاندار یا کارخانہ دار جب تک چھوٹے کاروبار والا ہوتا ہے اس کا سامان چھوٹی سی جگہ میں پھیلا ہوا ہوتا ہے پھر جب بندر تج ترقی کرتا ہے وہ جگہ وہ مکان اور وہ دکان تنگ ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو بڑے بڑے گودام کی ضرورت پیش آتی ہے الغرض جتنا کام بڑھتا چلا جاتا ہے اتنی ہی جگہ مزید درکار ہوتی ہے۔ مگر دماغ کا محافظ خانہ خدا تعالیٰ کا وہ خاص عطیہ ہے کہ اس میں کبھی تنگی محسوس نہیں ہوئی جو ایک دفعہ مل گیا ساری عمر کے لئے کافی ہو گیا۔ اگر آج ایک شخص کے دس ہزار ملنے والے ہیں ان دس ہزار کے نقشے انکی صورتیں ان کا لباس ان کا فوٹو اسی گودام میں محفوظ ہے۔ ان دس ہزار آدمیوں کی سوانح عمری ان کے چین سے بڑھاپے تک کے حالات سب یہیں محفوظ ہیں۔ پھر ہزار ہا مکانات ہزار ہا سڑ کیسیں ہزار ہادر خت ان کے نقشے اور انکی ہیئت ان کی تاثیرات سب کچھ اس میں محفوظ ہیں کچھ دنوں کے بعد سفر کا اتفاق ہوا اب پہلے سے بھی زیادہ انسانوں جانوروں درختوں اور عمارتوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو کچھ دیکھا وہ بھی سب کا سب اسی گودام میں محفوظ ہے۔ اسی طرح شروع میں تھا سے جگہ کی نہ تو کمی کی شکایت ہے نہ انکار کی گنجائش ایک انجینئر کے ذہن میں کتنی کتنی وسیع عمارتوں کے نقشے لاکھوں مشینوں اور انکے پرزوں کی صورتیں ہزاروں لاکھوں چیزوں کی شکلیں غرض ساری دنیا اس گودام میں محفوظ ہے پھر اس میں اور بھی اتنی ہی جگہ باقی ہے جتنی کہ اولیٰ

روز سے باقی تھی۔

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک دماغ ہے اور وہ پانچ پچھریوں میں بیک وقت اجلاس کرتا ہے اور بڑے احسن طریقے سے یہ پچھری کے کام کو انجام دیتا ہے۔ ایک پچھری ہے جس کے دودروازے آنکھیں ہیں صبح سے شام تک صد ہا چیزوں نظر کے سامنے آتی ہیں۔ پھر پہلی نظر میں ان چیزوں میں سے ہر ایک چیز کی ماہیت اور حقیقت سے واقف ہو جانا ان چیزوں کے متعلق جو کچھ سوانح عمری ہے اس کو سمجھ لینا دوست دشمن کی پہچان کر لینا مفید و مضر کی پہچان کر لینا وغیرہ یہ سب کچھ ایک ہی نظر میں طے ہوتا ہے۔ دوسری پچھری جس کے دودروازے کان ہیں ہزار ہا آوازوں کا کان میں آنا صرف آواز سے پس پردہ یوں لئے والے کو شناخت کرنا یہ جانور ہے اور کونا جانور ہے۔ یہ انسان ہے پھر ہزاروں لفظوں کے معنی سمجھنا پھر ان کے معنوں پر غور کرنا نیک و بد نتیجہ نکالنا، آواز کے بلجے سے رات کے وقت دشمن اور دوست کو پہچاننا اللہ اکبر ایک کان اور ہزاروں کام پھر ایک دماغ کس خونی کے ساتھ اس پچھری کے منصب کو بھی پورا کرتا ہے۔ تیسرا پچھری ناک ہے جس میں صبح سے شام تک صد ہا خوشبوئیں پہنچتی ہیں۔ صد ہا بد یوئیں آتی ہیں پھر خوشبو اور بد یو کی پہچان کہ یہ چنبلی کی خوشبو ہے یہ گلاب کی یہ کیوڑہ یہ خوشبو فلاں پھل کی ہے یہ فلاں کی اسی طرح سینکڑوں قسم کی بد یوئیں صرف

سو نگھتے ہی فیصلہ کرنا کہ یہ فلاں چیز کی بدبو ہے یہ فلاں کی اور محل خوشبو اور محل بدبو ہزاروں ہیں ان سب کا معلوم کرنا پھر انکی بدبو کایا خوشبو کا ایک اندازہ محفوظ رکھنا پھر امتحان کے وقت ان کو صحیح بتانا و اللہ اکیں عجیب کارخانہ قدرت ہے۔ چوتھی پچھری زبان ہے جو دن رات میٹھے کھٹے کڑوے کیلے مزے چکھتی ہے۔ اس پچھری کا حاکم بھی وہی دماغ ہے جو کئی قسم کے پھلوں میوں پانیوں دواؤں جنگل کی بوئیوں گھاس پھونس کے مزے میں فوراً چکھتے ہی شناخت کر کے فیصلہ دے دیتا ہے پھر کیا مجال ہے کہ کڑوے کو میٹھا یا میٹھے کو کڑوا بتا دے۔ ہر چیز کا اصلی ذاتی اور اصلی مزہ بتایا جاتا ہے۔ پھر خوش الحانی سے قرآن پڑھنا اور بڑے بڑے لیکھ راس زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ پانچوں پچھری گرم ٹھنڈا معلوم کرنے کے لئے ہے جس کارستہ اور ذریعہ سارا بدن ہے جو ہر گھری کھلی رہتی ہے۔ جس جگہ جس وقت کوئی چیز جسم سے چھو جائے فوراً معلوم ہو جائیگی کہ یہ چیز گرم ہے یا سرد ہے یا سخت یہ ہو اگر م ہے یا سرد۔ ہم نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا اور سنا کہ ان کو سارا قرآن شریف حفظ اور یاد ہے۔ امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ احادیث، امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث، امام ابوذر عدہ کو چھ لاکھ احادیث، امام محمد بن الجعفری کو چار لاکھ احادیث، امام مسلم کو تین لاکھ احادیث، امام انباری کو کتابوں کے تیرہ صندوق زبانی یاد تھے۔ آج بھی کئی علماء ایسے موجود ہیں کہ حافظ قرآن ہیں۔

علاوہ ازیں ہزاروں احادیث کے معنے ان کے راویوں کے نام اور حالات صدھا
تفسیروں کے معنی ہزار ہامسائل صدھافقه کی کتابوں کے ترجمے اور مطلب
سینکڑوں فتاویٰ منائل جدیدہ و قدیمه پر تحقیق کئی علمی نکتے صدھا واقعات
تاریخ علم صرف و نحو کے قاعدے ادب منطق ریاضی معانی اصول حدیث
اصول فقه الغرض بہت سے علوم ایک عالم کے چھوٹے سے دماغ میں سما سکتے
ہیں اور دماغ بدستور خالی رہتا ہے۔

ایک انسانی دماغ میں اتنے کمالات رکھ دینا سوائے ذات باری تعالیٰ
کے یہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔

ابے انفس و آفاق میں پیدا تری آیات

سچ یہ ہے کہ اک چشمہ حیراں ہے تیری ذات

د لیل نمبر ۶

چہرہ

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کہ میں شترنج کے کھیل سے بڑا متوجب ہوں کہ یہ کھیل ایک مریع فٹ تنخہ کے چونٹھ خانوں میں کھیلا جاتا ہے اور اگر ان خانوں میں ایک لاکھ مرتبہ بھی شترنج کھیلی جائے تو ہر بازی بازی مختلف ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے میں اس سے کمیں زیادہ بڑے امر پر تعجب کرتا ہوں کہ انسان کا چہرہ صرف بالشتہ بھر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بے شمار چہرے پیدا فرمائے لیکن کوئی چہرہ دوسرے چہرے سے نہیں ملتا کسی کی آنکھ دوسرے کی آنکھ سے کسی کی ناک دوسرے کی ناک سے ہونٹ ہونٹ اور کان کان سے نہیں ملتے۔

اور میں کہتا ہوں کہ چہرہ تو بہت دور کی بات ہے انسان کے ہاتھ میں دوڑھائی انج کا انگوٹھا ہے اور کسی ایک انگوٹھے کی لکیریں دوسرے انگوٹھے کی لکیروں سے نہیں ملتیں بلکہ ایک ہی انسان کے دائیں انگوٹھے کی لکیریں بائیں انگوٹھے کی لکیروں سے نہیں ملتیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پاک ہے وہ ذات جس نے ایک چربی کی بوٹی میں دیکھنے کی قوت ایک نرم ہڈی میں سننے کی قوت، گوشت

کے ملکے میں بولنے کی قوت پیدا فرمائی جو لوگ انسان کو محض ایک اتفاقی حادثہ سمجھتے ہیں وہ اس بات کی کیا توجیہ کریں گے کہ انسان کے جسم میں ہر جگہ گوشت ہے پھر بولنے کا خاصہ صرف زبان میں کیوں ہے اور کیوں ضروری ہے کہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں مخصوص ہیں جسم کے کسی اور حصے کی چربی پینائی کا آله کیوں نہیں بن جاتی اس لئے اگر کوئی شخص محض ہٹ دھرمی پر نہیں اتر آیا تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ انسان کی تخلیق نہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے نہ کسی ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے بلکہ وہ مکمل طور پر اس خلاق و احد کی قدرت اور حکمت کا حسین شاہکار ہے۔

دلیل نمبر ۷

ماں کا دودھ

جب ایک عورت ماں بن جاتی ہے اور اسکی گود میں چھ کھلنے لگتا ہے تو اس کے سینے سے دودھ اتر آتا ہے جو غذا وہ پہلے کھاتی تھی اب بھی وہی غذا کھاتی ہے نہ غذا میں کوئی تبدیلی ہوئی نہ کھانے والی میں کوئی تبدیلی ہوئی پھر یہ دودھ کھال سے آگیا اگر یہ غذا کا اثر تھا تو کسی اور شخص کے کھانے سے اس کے سینے میں دودھ کیوں نہیں اترتا۔ معلوم ہوا کہ یہ اثر نہ غذا کا ہے نہ کھانے والی کا ہے۔ یہ صرف اس قادر مطلق کی کار فرمائی ہے جو رنگ بر گنگ تر کاریوں کو خون کی رنگت میں تبدیل کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو دودھ کی اسفید

دھاروں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پھر ہمارے پاس کوئی ایسا خارجی عمل نہیں جس کے ذریعے سے ہم ماں کے سینے میں جاری ہونے والے دودھ کو روک سکیں۔ اس فیاضِ حقیقی کے نزدیک جب تک پھر کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماں کے سینے میں دودھ اتارتا رہتا ہے اور جب دودھ کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو دودھ کے جاری ہونے کا سلسلہ خود مخود ختم ہو جاتا ہے۔ کیا انسان کے جسمانی نظام میں اللہ کی ذات اور اسکی حکمت و قدرت کی یہ بہترین نشانیاں نہیں ہیں۔

دلیل نمبر ۸

انسانی نشوونما

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کے جسم کی ساخت بنائی ہے اس میں متعدد کار آمد اجزاء رکھے ہیں پھر جو غذائی اور کھانے کی شکل میں حاصل کرتے ہیں اسکا ایک ایک ذرہ وہ ان تمام اعضاء کو ان کی مخصوص جگہوں پر پہنچاتا ہے اور جس عضو کو جتنی توانائی کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کو اتنی توانائی فراہم کرتا ہے اور اس طرح تدریجیاً انسان کو اس کے طبعی ارتقاء تک پہنچاتا ہے۔ اپ سوچئے کہ انسان کے جسم میں اس سارے نظام کو کون چلا رہا ہے۔ کیا یہ نظام خود مخود چل رہا ہے یہ تو ہو نہیں سکتا یا کوئی مافق الفطرت ہستی اس نظام کو چلا رہی ہے پھر وہ ہستی کیا سورج ہے چاند ہے پانی ہے آگ

ہے پتھر ہے جانور ہے انسان ہے کیا ہے؟ یہ تمام چیزیں جنکا ہم نے ذکر کیا ہے خود کسی کے بنائے ہوئے نظام کے تحت سرگرم عمل ہیں اور اس امام کے پابند ہیں اور اس کے احکام کی اطاعت پر مجبور ہیں۔ عناصر ہوں یا کو اکب زمین کی پہنائیاں ہوں یا افلاؤں کی بلندیاں یہ سبب ایک منضبط نظام کے تحت اپنے اپنے حصے کا کام انجام دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ جس ذات نے ان تمام موجودات کو ایک نظام میں مریبوط کیا ہوا ہے وہی ذات انسانی جسم کی ساخت اور اسکی نشوونما کی خالق اور مرتبی ہے۔ سورج اور چاند اسکے حکم سے طلوع ہوتے ہیں دن اور رات اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ سمندروں میں طوفان اسی کے حکم سے اٹھتے ہیں۔ اسی کے حکم سے بارشیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی کے اذن سے کھیتیاں ہری ہوتی ہیں۔ وہ نہ چاہے تو بادلوں سے ایک قطرہ بھی نہ برسے انسانوں اور حیوانوں کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہ مل سکے سب نظام کائنات اسی ذات یکتا کے ہاتھ میں ہے۔

دلیل نمبر ۹

بیماری اور موت

صحت اور بیماری زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اگر وہ کسی شخص کو بیمار کرنا چاہے تو ہم ہزار جتن کے باوجود اسکی صحت کو واپس نہیں لاسکتے جبکہ اس جیسی بیماریوں کے ہزاروں مریض معمولی علاج

سے شفایا ب ہو جاتے ہیں اور اس بیماری کے لئے بڑے بڑے قابل ڈاکٹر اور حکیم اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کرنے کے باوجود اسکی صحت کو واپس نہیں لاسکتے اور بالآخر وہ شخص بیماری کے ایام گزارتا ہوا راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی زندگی کی ایک میعاد مقرر کی ہے اور جب کوئی انسان اپنی زندگی کے ایام اور سانس پورے کر لیتا ہے تو خواہ وہ بادشاہ ہو خواہ فقیر بڑے سے بڑا ڈاکٹر ہو یا طبیب سائنسدان ہو یا فلسفی اسے بہر حال اس وقت مرنا ہی پڑتا ہے۔ بڑی سے بڑی کوشش اور اہم سائنسی عمل ہزار جنون کے باوجود مدت حیات پوری ہونے کے بعد اسے موت کے چنگل سے نہیں بچا سکتا۔ اگر اس عالم سے ماوراء کوئی ہستی نہیں ہے تو پھر وہ کونسی طاقت ہے جو کسی بیمار کو تند رسی سے اور مرنے والے کو زندگی سے ہم کنار ہونے نہیں دیتی اس نظام کائنات میں تو ہر چیز خود ایک نظام کی پابند ہے وہ کیسے کسی کو صحیت اور زندگی سے روک سکتی ہے۔ الغرض موت و حیات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہ پیدا کرتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ جب چاہتا ہے کسی کو بیمار کر دیتا ہے جب چاہتا ہے صحیت و عافیت دے دیتا ہے اور جب چاہتا ہے انسان کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ وہ فعال لما یرد کی صفت سے متصف ہے وہ حاکم مطلق ہے اسکی مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

جن کے جلوے نہ سامسکتے تھے ایوانوں میں
آج خاک انگلی پڑی اڑتی ہے ویرانوں میں

دلیل نمبر ۱۰

نفس انسانی کی شہادت

مصادب و پریشانی میں بستلا ہونے کے بعد انسان فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق ہوتی ہے :

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔

ترجمہ :

یقین کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر زمین میں بھی نشانیاں ہیں اور تمہارے نبیوں میں بھی کیا تم غور نہیں کرتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر شہادت اور دلیلیں موجود ہیں جن پر اس نے کفر والخاد اور شرک کے پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ لیکن اسکی زندگی میں کبھی نہ کبھی کوئی ایسا موقع ضرور آتا ہے جب کسی اچانک حادثہ سے شرک والخاد کے سارے حجاب اچانک اٹھ جاتے ہیں اور توحید کی شہادت بے نقاب ہو کر آنکھوں کے سامنے آجائی

ہے۔ اور وہ بے ساختہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جاتا ہے۔ ابو جمل کے بیٹے عکر مہ کی زندگی میں اسی شہادت سے انقلاب آیا جب سرور کونین نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو عکر مہ نے جدہ کارخ کیا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر جہشہ کا قصد کیا راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی طوفانی لہروں میں گھر گئی پہلے پہل تو تمام بت پرست اپنے اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو پکارتے رہے مگر جب طوفان کی ہولناکیاں بڑھنے لگیں اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی تو سب پکارا ٹھہر کے کہ اب سوائے اللہ کے اور کوئی چنانے والا نہیں اور اب وقت آگیا ہے کہ اس خدائے وحدہ لاشریک کے دروازہ رحمت پر دستک دی جائے پھر سب نے مل کر بیک آواز اس کی رحمت کو پکارا اور گڑ گڑا کرد ڈعا میں مانگنی شروع کیں۔ عکر مہ کی زندگی میں یہ ایک انقلاب آفرین لمحہ تھا انہوں نے سوچا کہ ان کے تصور کے تراشے ہوئے سارے بہت بے حقیقت ہیں انکی بصیرت جاگی اور انہوں نے سوچا جو خدا یہاں انکی کشتی کو طوفان کے گرداب سے نکال سکتا ہے وہ درحقیقت خشک و تر ہر جگہ اپنے بندوں کی فریاد سن سکتا ہے اور انکی مدد کرتا ہے۔ اس وقت انکی آنکھوں کے سامنے سے غفلت اور جہالت کے سارے پردے اٹھ گئے اور دل پر جس قدر کفر والیاد کے حجالات پڑے ہوئے تھے سب دور ہو گئے اور ان کے نفس میں جو توحید کی شہادت مستور تھی وہ پوری قوت اور توانائی کے ساتھ انہری اور انہوں نے اپنے دل

میں عمد کیا کہ اگر یہ کشتی طوفان سے نکل گئی تو میں سید حامد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے قدموں میں حاضر ہو جاؤں گا اور انکے ہاتھ پر بیعت کر لونگا اور اس خدا واحد پر ایمان لے آؤں گا جسکی بحر پر حکومت ہے جو طوفان کے رخ پھیر سکتا ہے ہر قسم کی مصیبت ٹال سکتا ہے اور جس کو اس عظیم کائنات کی لاحدہ و دعائیں کہیں بھی کسی بے بسی اور لاچار کی فریاد سننے سے روک نہیں سکتیں۔

چنانچہ سلامتی سے ساحل پر آنے کے بعد انہوں نے اپنا عمد پورا کیا اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے اور بقیہ تمام عمر خدمت اسلام میں گزار دی۔

دلیل نمبر ۱۱

امید کی کرن

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بار ایک دھریہ سے ملاقات ہوئی جو وجود باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کبھی تم سمندر میں کشتی میں سوار ہوئے ہو اس نے کہا ہاں آپ نے پوچھا کبھی طوفان کا سامنا بھی کیا ہے اس نے کہا ہاں کشتی ٹوٹ پھوٹ گئی ملاج ڈوب گیا اور لروں کے تھیڑے مجھے ساحل تک لے آئے۔ آپ نے فرمایا پہلے جب تو کشتی پر بیٹھا تو تیر اعتماد ملاج پر تھا اور جب ملاج طوفانی لروں میں ڈوب گیا تو پھر تیر اعتماد کشتی پر تھا اور جب کشتی ٹوٹ گئی اور تو ایک تنخے کے سہارے بہنے لگا تو تیر اہر و سہ اس تنخے پر تھا اور جب تنخہ بھی تیرے ہاتھ سے

نکل گیا اور تو محض لہروں کے رحم و کرم پر بہہ رہا تھا اور طوفانی لہریں تجھے غرقاب کر رہی تھیں اس وقت تیرا کیا خیال تھا کہ یہ لہریں تجھے غرق کر دیں گی یا اس وقت بھی تیرے دل میں امید کی کوئی کرن باقی تھی وہ کہنے لگا میں اس وقت بھی پر امید تھا کہ شاید سلامتی سے نکل جاؤں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب جب کہ سارے مادی اور ظاہری سماں سے ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ گئے اس وقت تو نے کس ذات کے ساتھ امید قائم کی ہوئی تھی کہ وہ تجھ کو بچائے۔ دہریہ خاموش رہا آپ نے فرمایا جس وقت کوئی مادی اور ظاہری سماں نہ رہے اور سلامتی کے اسباب ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں اس وقت جس ذات سے امید قائم ہوتی ہے اور بے چارگی کے لامناہی اندر ہیروں میں جس ذات سے مدد کی روشنی ملتی ہے وہی تیرا اور سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ اسی نے تجھے غرق ہونے سے بچایا اسی کی یہ شان ہے کہ انسان جب چاروں طرف سے مایوسیوں میں گھر جاتا ہے اور اسے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی اور سمجھتا ہے کہ وہ عنقریب اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں میں گھر کر ختم ہو جائیگا تو اچانک وہ غیب سے اسکی سلامتی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

د لیل نمبر ۱۲

انسان مرقع حسن و جمال ہے

خدا فرماتا ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا إِلَيْنَا إِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔

ترجمہ :

بے شک ہم نے انسان کو بہترین اعتدال پر پیدا کیا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو ٹھکل و صورت قد و قامت عقلی اور ذہنی قوتوں قلبی و روحانی صلاحیتوں سے متصف کر کے پیدا فرمایا ہے اگر انسان کو بنظر غارہ دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوری اور معنوی حسن و کمال میں کوئی چیز بھی انسان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ گراں قیمت حیوان زور آور جانور درندے پرندے ہوائی اور آنی مخلوقات سب کی سب انسان کے سامنے سر افگنده ہے اور اس کے حکم کے سامنے سرتانی کی جرأت نہیں کر سکتی۔ گرانڈیل ہاتھی ایک فیل بان جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے چھ سال کا چھ او نٹوں کی قطار جدھر چاہتا ہے لے کر چلا جا ہے۔ شوخ و شنگ بر ق رفتار گھوڑے پر جب انسان سوار ہوتا ہے تو وہ اسکی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ عقل و نظر، فکر، قیاس اور استنباط کی جو

بے نظیر قوتیں انسان کو تخشی گئی ہیں کائنات کی کوئی چیز اسکی برابری نہیں کر سکتی۔ اس کے علم و عرفان کی قوتیں کا تو یہ حال ہے کہ نوری فرشتے بھی اس کو سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسکی قامت راست اور اعضاء کی ساخت بھی بے نظیر ہے۔ ہر جانور اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے اپنا سر زمین پر جھکاتا ہے۔ لیکن انسان کو اس کے لئے سر جھکانا نہیں پڑتا بلکہ اس کے ہاتھ لقمه اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو پانی کے ایک قطرے سے پیدا فرمایا اسی یوند سے قدر عنا چاند سامکھڑا گلاب کو شرمانے والے رخسار غزالی آنکھیں یہ عقل و خرد ظاہری اور باطنی حواس کی پیچیدہ مشینری یہ مضبوط ٹانگمیں یہ لمبے لمبے ہاتھ یہ چوڑا چکلہ سینہ سب اسی سے بنے ہیں۔ اگر طاقتور خور دینوں سے اس کا تجزیہ کیا جائے تو بھی انسان کے متعدد اعضاء اور گوناگون گوں قوتیں کا سراغ نہیں ملتا جو ذات اقدس اس یوند میں ایسی عمدہ گلکاریاں کر سکتی ہے اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

مقام غور ہے کہ میاں بیوی کے اختلاط سے بیوی کے رحم میں ایک یوند پسکی پھر رحم کا منہ بند ہو گیا اس کے بعد انسانی تخلیق جن پیچیدہ مرحلوں سے گزری جو اعضاء اس میں پیدا ہوئے ان میں جو نزاکتیں ملحوظ رکھی گئیں پھر انسان کو کامل الاعضاء بنایا کر اس تاریک کوٹھڑی سے نکالا اور اس رزمگاہ

حیات میں کھڑا کر دیا پھر کسی میں باپ بننے اور کسی میں ماں بننے کی صلاحیتیں رکھ دیں وہ قوتیں جو قدرت کے غیر مرکی ہاتھوں نے اس پچے میں ودیعت کی تھیں وہ اس دنیا میں آکر پرواب چڑھیں اور انسان نے ان قوتوں کو بروئے کار لا کر دنیا کو رونق بھرا بازار بنادیا۔

انسانی اعضا کے تناسب کو دیکھو تو عقل حیرت و استعجاب میں ڈوب کر رہ جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے کیا قد زیبا بنایا ہے انسانی بازو کتنے تناسب ہیں اگر پانچ کی بجائے ہاتھ میں سات یا چار انگلیاں ہو تیں تو کیا انسان اپنے کام اسی خونی سے سرانجام دیتا جس احسن طریقے سے اب دے رہا ہی۔ پھر اس کے چاند سے چہرے کو دیکھو تو آنکھیں کلان ناک اور منہ ہونٹ پلکیں بھویں کسی ترینے سے سجائے گئے ہیں ان میں سے کسی کو آگے پچھے یا اوپر نیچے کر کے تصور کرو کتنی خوفناک اور بھیانک صورت رونما ہو جائیگی۔ پھر اسکا ظاہر ہی حسن و دلکشی کا مرقع نہیں بلکہ اس کا باطن بھی گوناگوں خوبیوں کا مخزن ہے۔ اس مشت خاک میں فضا کو مسخر کرنے سمندروں کو کھنگال دینے کی قوتیں بھی موجود ہیں۔ نیک و بد کی تمیز کی استعداد بھی اس انسان میں موجود ہے۔

دلیل نمبر ۱۳

انسانی تربیت

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں انسانی تربیت کے متعلق فرماتا ہے :

إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلْقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ
مُخْلَقَةٍ وَغَيْرَ مُخْلَقَةٍ لِّنَبِينَ لَكُمْ وَنُقْرِفُ الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ
مُسَمَّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفُلاً ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدُّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ
مَنْ يُرْدَى إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلًا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔

ترجمہ:

ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لو تھڑے سے پھر
گوشت کے ٹکڑے سے جو کبھی پورا بن جاتا ہے اور کبھی ادھورا رہ جاتا ہے تاکہ
تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیں اور ہم جو چاہتے ہیں ہیں رحموں میں ایک
مقررہ وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں چہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم اپنے
کمال کو پہنچتے ہو یعنی جوان ہوتے ہو اور تم میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے اور تم
سے کوئی بیکار عمر کو لوٹایا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد نادان بن جائے۔

وَكَيْهَنَ اللَّهُ تَعَالَى لَانَّ اَسْ جَگَهُ اَنْسَانَ كَيْ تَرْبِيَتْ كَيْ مُختَصَرَ بُرَدَے بُرَدَے

دس درجے بیان فرمائے:

- (۱) تراب (۲) نطفہ (۳) علقة (۴) مصنفہ (۵) مخلقه
- (۶) غیر مخلقه (۷) طفلا (۸) بلوغ الاشد (۹) الشوخۃ
- (۱۰) وفات۔

اب سب سے پہلے تراب یعنی مٹی کو لیں فرماتے ہیں ہم نے انسان کو
مٹی سے پیدا کیا چونکہ حضرت آدم علیہ السلام جو تمام انسانوں کے باپ ہیں
مٹی سے پیدا ہوئے اس لئے سب انسانوں کا آغاز بھی مٹی سے ہے۔ چونکہ
انسان کی خوارک اور دیگر ضروریات زندگی زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور وہ پھر
انسان کے جسم میں داخل ہو کر خون پیدا کرتی ہیں جس سے نطفہ بنتا ہے۔
چونکہ وہی نطفہ انسان کی ظاہری پیدائش کا سبب بنتا ہے اس لئے انسان کی
پیدائش کو مٹی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

جب زمین کا کثیف اور گدلا نچوڑ انسانی مشین میں فلٹر ہو کر بالکل
صف ہو جاتا ہے تو اس سے نطفہ بنتا ہے۔ پھر اس میں یہ حکمت بھی قابل غور
ہے کہ خوراک کیسی تھی اس سے سرخ خون بنایا اور پھر سرخ خون کو سفید منی
میں بدال دیا نہ معلوم قدرت کا کون سار نگہاں اندر ہی اندر کام کر رہا ہے کہ بغیر
ہمارے محسوس کئے ہوئے یہ سب کی سب تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اب
جب نطفہ بنتا ہے اور مرد عورت کے ساتھ جمع ہوتا ہے تو یہ نطفہ عورت کے
رحم میں داخل ہو کر اس سے تعلق پکڑتا ہے۔ جسے علقہ کہتے ہیں تھوڑا عرصہ
گزرنے کے بعد پھر یہ علقہ مصنغہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یعنی گوشت بن
جاتا ہے۔ اب مصنغہ بننے کے بعد کبھی توچہ پورا ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے
جسے قرآن نے غیر مخلقہ کے نام سے تعبیر کیا ہے اور کبھی مخلقہ یعنی پورا ہو کر

مقررہ مدت کے بعد دنیا میں آتا ہے۔ حمل کی حالت میں ماں کا وہ خون جو
ماہواری کی صورت میں خارج ہوا کرتا تھا کھا کر بڑھتا ہے پھر اسکی پیدائش بھی
کم حیرت انگلیز نہیں ہوتی کہ ایک ایسے مقام سے جوچے کے جسم اور
قدوقامت کے اعتبار سے بالکل تنگ ہے پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی تو غور کرو
کہ یہ تمام انسانی جسم کا نقش و نگار کس چیز پر بنایا جاتا ہے۔

پانی پر۔ کیا دنیا کا کوئی کار یا گیر پانی پر بھی نقش و نگار بنایا سکتا ہے اور وہ بھی
ایسے خوبصورت اور پھر لطف تو یہ ہے کہ یہ نقش و نگار کسی آللہ یا ہتھیار سے
نہیں بنائے جاتے بلکہ نقاش قدرت نے آلات کے بعیر ہی یہ نقش و نگار بنائے
ہیں اور جہاں یہ نقش بنائے جاتے ہیں وہاں کسی روشنی کا نام و نشان نہیں ہے
درستہ اندھیروں اور ظلمات کا قبضہ ہے پھر ان اندھیروں میں نقش و نگار بناتے
ہوئے کوئی غلطی اور خط اسرزد نہیں ہوتی پھر ایسا تناسب اور اندازہ کہ سجن
اللہ پھر اسی ذرا سے پانی میں گوشت پوست ہڈیاں خون رگیں پٹھے اور ہڈیوں
میں مغز پیدا کر دیا پھر اس کو اندر ہی اندر مادہ اور نر بنادیا جاتا ہے۔ پھر انکی
طبعتوں میں اختلاف پھر کسی کو سلطنت کے قابل کسی کوز راعت کے کسی کو
خوبصورت تو کسی کو بد صورت پھر تین سو ساٹھ جوڑان میں کوئی ٹیڑھا کوئی
سیدھا کوئی کانٹے دار اور کوئی پتلہ کوئی موٹا کوئی سخت کوئی لچکدار اور پھر ان کو
رگوں پٹھوں اور نسوں سے باندھنا اور پھر رگوں کی رسیاں بھی کوئی گول کوئی

چوڑی کوئی چپٹی کوئی تکونی کوئی پتلی کوئی لمبی اور کوئی چھوٹی بنائی گئی پھر انسانی مکان کے اندر اسکی صفائی اور ضرورت کے لئے ۹ کھڑ کیاں رکھ دی گئیں۔ دو سننے کے لئے دو دیکھنے کے لئے دوسو نگھنے کے لئے ایک کھانے پینے اور سانس لینے کے لئے اور دو فصلہ نکالنے کے لئے پھر اس کے جوڑوں کی ساخت جو نہایت باقاعدہ اور مضبوط ہوتی ہے اور بھی قابل توجہ ہے۔ ہر انسان کی کلائی سے لے کر انگلیوں کے سرروں تک کی لمبائی دو پستانوں کا فاصلہ دو کانوں کا درمیانی فاصلہ پاؤں کا طول سوابالشت ناک اور ہونٹوں کی لمبائی منہ کا طول ایک انگلی کا دوسری سے فرق آنکھوں کی لمبائی $1\frac{1}{8}$ بالشت کے برابر ہوتی ہے پھر اس کے ایک ایک جوڑ کو بلے کر دیکھو تو وہ بھی حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ آنکھوں کی پتلی ہی کو دیکھو کہ کتنی ذرا سی چیز ہے مگر زمین و آسمان پہاڑ اور میدان کو اپنے اندر لیتی ہے۔ پھر اس کے لئے سات پر دے اور تین روپہوں کے خزانے بنائے کہ ہمیسہ نرم رہے اور ہر طرف پھر سکنے۔ ان میں سے اگر کوئی پر دہ بھی ذرا سا خراب ہو جائے تو اس قدر تی کیمرے میں فوراً فرق آ جاتا ہے پھر ایک یہ بات بھی دیکھو کہ رب العزت نے آنکھ کے دونوں پھوٹوں کو ماتھے پر ایک دوسرے کی قینچی کی طرح کاشتا ہوا ہنا یا اور یہ اسلئے کہ دونوں آنکھوں کی دیکھی ہوئی چیز اس مقام پر مل کر ایک دکھائی دے ورنہ دو آنکھوں کے ہونے کی وجہ سے ہر ایک چیز دو عدد دکھائی دیا کرتی بھیجے گے کو اسی قینچی کے

بگاڑ سے ہر چیز دو عدد نظر آتی ہے۔ آنکھوں پر پوٹوں کے کواڑوں کو ملاحظہ کرو کہ خطرہ کے وقت خود مخوبند ہو کر آنکھ کو بیر ونی اذیت سے چالیتے ہیں اور پھر اگر دروازے کھلے ہوئے ہوں تو اندر کو گرد و غبار سے بچانے کے لئے پلکیں عطا فرمائی گئیں ماتھے اور سر وغیرہ کے میل اور پسینے سے بچانے کے لئے ان پر ابروں کے چھپے باندھ دئے گئے اور پھر آنکھ کا دل سے ایسا تعلق رکھا کہ ادھر کسی چیز کو دیکھا ادھر فوراً دل کو خبر ہو گئی۔ یہی نہیں بلکہ اپنی دیکھی چیز کے خفیہ رنج و غم اور پوشیدہ احساسات تک بھی دل کو پہنچادیتی ہے۔ کان کو دیکھو کیسی مناسب جگہ پر ان کو لگایا ہے نہ آگے نہ پیچے بلکہ دامیں بامیں تاکہ چو طرفہ آوازوں کو سن سکیں پھر ان کے اندر ایسے پیچ رکھے کہ کیسی تند و تیز ہوا اور آندھی کیوں نہ ہو جھلی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اسکا جوش اس کے مروڑوں میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ پھر ان کے باہر کی طرف چھاچ کی سی دیوار بنادی گئی ہے کہ وہ ہوا کو روک کر کان میں گھسنے کے لئے مددوے اگر یہ دیوار نہ ہوتی تو ہوا کا بہت سا حصہ ادھر ادھر چلا جاتا اور بیر ونی ہوا کان کے اندر والی ہوا کے ساتھ ٹکر ا کراچھی حرکت نہ پیدا کرتی جس سے اندر کی ہوا بہت نرمی کے ساتھ کان کی جھلی کے ساتھ ٹکراتی اور اس سے ثقل سماعت کی شکایت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہتی۔ ناک کی قوت ممیزہ بھی سبحان اللہ کا ورد کرنے کے قابل ہے۔ اسکا خوشبو اور بدبو میں فرق کرنا پھر مختلف خوشبوؤں اور

بدلوں میں سے اسکی قسم کا الگ کرنا کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ پھر انسانوں کی اس قدر کثرت کہ اللہ اکبر مگر جسے دیکھو صورت اور نقش و نگار میں دوسرے سے ممتاز اور الگ۔ غرض کچھ جتنا اس معاملہ کو کریدتے جاؤ گے اتنے ہی عجائب قدرت اور زیادہ حیران بناتے جائیں گے۔ جس طرح دنیا کے عجائب ختم نہیں ہوتے اسی طرح انسانی جسم کے عجائب بھی ختم نہیں ہوتے۔ انسانی تربیت اسکی پرورش اور اسکی بناوٹ پر غور کریں تو حیرت اور استحقاب میں مستغرق ہو کر بھی کہنا پڑتا ہے۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

د لیل نمبر ۱۲

عبد فطرت

ہم جانوروں کو اپنے گھروں میں پالتے ہیں ان کے اندر ہم اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ملی سے لے کر ایک ہاتھی تک جن پر بھی ہم کوئی احسان کرتے ہیں وہ اپنی مختلف اواؤں کی زبان سے اپنی سپاس گزاری اور ممنونیت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی جذبہ بہتر سے بہتر ترقی یافہ صورت میں انسان کے اندر موجود ہے جس کو ہم دوسرے لفظوں میں عدل سے تعبیر کرتے ہیں جسکی وجہ سے انسان کا یہ حال ہے کہ جس پیانہ سے اس کے لئے ناپا جائے اسی پیانے سے وہ دوسروں کے لئے ناپتا ہے اور اسی

جنہے عدل نے خدا پرستی کی بھیاد ڈالی۔ اسی عدل کو قرآن نے انسانی فطرت کے عمد سے تعبیر کیا ہے۔

ارشادِ خدا ہے :

وَإِذْ أَخْذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظَهُورِهِمْ ذُرَّ يَتَّهِمُ وَآشْهَدَهُمْ
عَلَىٰ أَنفُسِهِمُ الَّسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلِّي شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ
كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ۔

ترجمہ :

اور بیاد کرو جب لیا تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی انکی
پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور ان کو گواہ ٹھہرایا ان کے اوپر کیا میں تمہارا
پروردگار نہیں ہوں۔ یوں لے ہاں ہم گواہ ہیں یہ اس لئے کہ تم قیامت کے دن
یہ نہ کوکہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا معلوم اس قسم کا کوئی
غمد ہوانہ اس ”الست بربکم“ کی خبر نہ اس ”بلی“ کی یہ دونوں باتیں محتاج
ثبوت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان پانی کی ایک حقیقت یونڈ کی شکل میں ماں
کے پیٹ میں پڑتا ہے۔ ماں، نامعلوم کتنے مصائب جھیل کر کتنے دکھ اٹھا کر نو
میںے اس کو پیٹ کے اندر ہی پالتی ہے اپنے خون سے اسکی پرورش کرتی ہے۔

پھر جان کی بازی کھیل کر اس کو جنم دیتی ہے۔ پھر اپنے جسم کا ایک ایک قطرہ خون دودھ بنایا کر اس کو پلاتی ہے اور برسوں کے بعد اس کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ زمین پر چل سکے۔ اس کے بعد باپ کی شفقتوں اور اسکی غور و پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا دور آتا ہے جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ اس عرصے میں باپ جو اپنے لئے چاہتا ہے اس سے زیادہ پچے کے لئے چاہتا ہے۔ وہ خود کم کھا کر پچے کو زیادہ کھلاتا ہے وہ خود تکلیف اٹھاتا ہے تاکہ پچے کو آرام پہنچے وہ اپنی جان جو کھوں میں ڈالتا ہے تاکہ پچھے خطرہ سے محفوظ رہے۔ ماں باپ کی محبتوں اور شفقتوں اور جال بازیوں کا یہ سلسلہ ہے جو پچھے کو پال کر جوان بناتا ہے اگر اس میں سے ایک کڑی بھی ٹوٹ جائے تو پچھے کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ اب فرض کیجئے پچھے جوان ہوا ماں باپ بڑھاپ کو پہنچے۔ اب یہ محتاج ہیں اور وہ مستغثی لیکن پیٹا ان کا کوئی خیال نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص اس کو والدین کے حقوق و فرائض یاد دلائے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ماں باپ کے کچھ حقوق و فرائض بھی ہیں مجھے اس قسم کے کسی فرض یا ذمہ داری کی کوئی خبر نہیں ہے میں نے اس قسم کے کسی حق کا کبھی اقرار نہیں کیا تو ہر شخص ایسے بیٹے کو مکینہ کے گا کیونکہ وہ ایسے حق اور ذمہ داری کا اذکار کر رہا ہے جس سے زیادہ اور مسلم ذمہ داری کوئی نہیں یہ ذمہ داری ہر استحقاق کے ساتھ خود خود لگی ہوئی ہے۔

اسی بنیاد پر ایک انسان اس عورت کے لئے نان و نفقة اور حفاظت حرمت کا حق تسلیم کرتا ہے جس سے وہ متمتع ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر آدمی پر اپنے خاندان اور قبیلہ کی حفاظت اور نصرت کے فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ایک شر کی میونسپلی شریوں کی کمائی میں حصہ دار ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ایک سلطنت اپنی رعیت سے مطالبه کرتی ہے کہ وہ اپنے علم و قابلیت وقت اور آزادی جان و مال میں اس کو ثریک کر دیں اور اگر سلطنت کا وجود کسی خطرہ میں پڑ جائے تو اسکے بچاؤ کے لئے سب کچھ قربان کر دیں اب فرض کیجئے ایک شخص عورت کی حرمت کا مالک بن بیٹھا لیکن اسکے نان و نفقة کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و فرائض سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے میں نے اس قسم کا کوئی اقرار نہیں کیا ہے یا ایک شری میونسپلی کی سڑکوں پر چلتا ہے اس کے حفظان صحت کے انتظام سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کے پار کوں اور چمنوں سے متمتع ہوتا ہے اسکی جلائی روشنیوں سے مستفید ہوتا ہے لیکن جب اس کے مطالبات کا وقت آئے تو وہ جواب دے دے کہ میں اس مطالبه کو پورا نہیں کر سکتا میں نے ایسی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کی یا اسی طرح ایک آدمی سلطنت کے اندر شریعت کے حقوق سے فائدہ اٹھا رہا ہے اسکے امن و عدل اور قانون و نظام کی بدولت وہ ایک ملکیت کا مالک ایک بیٹے کا باپ ایک بیوی کا شوہر ایک سلطنت کا شری ہے لیکن جب سلطنت کے مطالبات کا وقت آئے تو کہہ

دے کہ میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری تسلیم نہیں کرتا میں نے اس قسم کے بوجھ اٹھانے کا کوئی اقرار نہ کیا تھا تو کیا اسکا جواب صحیح ہو گا۔ بیوی کے گی یہ عذر غلط ہے جس دن تو نے میربی حرمت پر آزادانہ تصرف کیا میں نے اپنا جسم تیرے سپرد کیا اسی دن تو نے ان ساری ذمہ داریوں کو قبول کر لیا تھا اور زبان خلق بیوی کو برحق قرار دے گی اور شوہر کو کمینہ یہی سزا ایک قبیلہ اپنے بزدل اور حق ناشناس فرد کو دے گا۔ یہی سزا میوں سپلٹی اپنے ایک نادہنده شری کو دے گی۔ حکومت اپنے نمک حرام باشندے کو دے گی اور تمام دنیا اس سزا کو بالکل جائز اور واجبی قرار دے گی کیونکہ ہر حق کے ساتھ فرض کا لزوم اس قدر بد یہی ہے کہ آسمان کا سورج بھی ہتھابد یہی نہیں ہے۔

یہاں تک کہ اسی استحقاق اور ذمہ داری کے فطری اور ہمہ گیر قانون کی بنا پر ہمارے گھر کی پلی ہوئی مرغی اور ہمازے تھان پر بندھے ہوئے گھوڑے گائے ہمارے چمن میں اگے ہوئے پھول اور ہمارے باغ میں لگے ہوئے درخت کے بھی ہمارے ذمہ حقوق ہیں۔ ہم جس مرغی کے انڈے چونے کھاتے ہیں لازم ہے کہ ملی اور کتوں سے اسکی حفاظت کریں ہم جس گائے کا دودھ پیتے ہیں اور جس گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں ہم پر حق ہے کہ اسکے دانے اور کھاس کے کفیل ہوں ہم جس پودے کے پھول سے خوشبو محسوس کرتے ہیں اور جس درخت کے پھل سے لطف اندوڑ ہوتے ہیں ہم پر

ضروری ہے کہ اس کو سینچیں اسے کھاد دیں اسے سردی سے مچائیں گرمی میں
مر جھانے نہ دیں ہم ان کے حقوق کا انکار نہیں کر سکتے ہم نے جس دن انکے
وجود سے کسی قسم کی لذت حاصل کی اسی دن ان کے حقوق کا اقرار کر لیا۔

اب غور کرو جب ہم ماں باپ کے حقوق کا انکار نہیں کر سکتے تو ان
سے کہیں بڑھ کر اس کا حق ہے جس نے ماں باپ کو بھی پیدا کیا جب ہمارے
لئے بیوی کے حقوق سے انکار نہیں تو اس کے حقوق سے انکار کیسے ممکن ہے۔
جس نے مرد کو سکون کی خاطر عورت کو وجود بخشنا۔ جب ہم خاندان قبیلہ
بادشاہ سلطنت کا حق مانتے ہیں تو وہ جس نے خاندان قبیلہ کو وجود بخشنا جس نے
بادشاہ کے سر پر تاج شاہی سجا یا وہ ان سب سے کہیں بڑھ کر اس بات کا حقدار
ہے کہ ہم اس کے عہد روپیت کا اقرار کریں اس کو منعم حقیقی تسلیم کریں۔ ہر
نعمت پر اعکا شکر ادا کریں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

دلیل نمبر ۱۵

فطرت انسانی کا علو

انسان کی فطرت میں ذلت اور اطاعت بندگی اور غلامی سے نفرت
ہے اور سروری اور سرفرازی کا خواہشمند ہے وہ جس وقت اپنی قوتیں اور
قابلیتوں کے کر شئے دیکھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ اس پوری کائنات میں
ایک وجود بھی نہیں ہے جو اسکی ہمسری کر سکے اس احساس برتری کی ایک وجہ

یہ ہے کہ وہ اشرف المخلوقات اور خدا کا خلیفہ ہے اور فطرت اس اشرفت کا احساس لے کر اس دنیا میں آیا ہے یہی احساس ہے جسکی وجہ سے انسان بساو قات خدائی کے دعوے کر پڑھتا ہے۔ کبھی اپنے آپ کو قوموں کی گردنوں کا مالک سمجھنے لگتا ہے اور بندہ کی جگہ طاغوت بن کر خدائی زمین پر اپنا قانون اور اپنا فرمان چلانے لگتا ہے۔ لیکن اس احساس برتری کے ساتھ جب وہ دیکھتا ہے کہ اسکی یہ ساری قوتیں اور قابلیتیں بچنے اور بڑھاپے کی دونا تو انیوں میں گھری ہوئی ہیں تو اسے ناچار خدائی کا تخت چھوڑ کر بندگی کی صفت میں آگھڑا ہونا پڑتا ہے اور اپنی اس پیشانی کو جو کسی کے سامنے جھکنا نہیں چاہتی ایک ایسی طاقت کے سامنے جھکانا پڑتا ہے جو تمام طاقتیوں اور قابلیتوں کا سرچشمہ ہے اور تمام زمین و آسمان کی مالک اور مدد ہے وہ ہر بندہ سے بلند تر ہے بلکہ تمام رفتاریں اسی کی پیدا کر دے ہیں وہ ایک ایسی بالاتر ہستی ہے جسکی قدرت کاملہ سے یہ سارا کارخانہ معرض وجود میں آیا۔

کبر نفس اور علو کا داعیہ انسان میں اتنا شدید اور سخت ہے کہ بساو قات کسی طرح بھی اعتراف حق پر راضی نہیں ہوتا نہ رو دماغی تھا کہ میں زندہ کرتا ہوں اور میں ہی موت دیتا ہوں اس لئے میں ہی رب ہوں۔ حضرت ابراہیم نے یہ کہہ کر کہ ”اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال“ اس کے بعزم کو بے نقاب کر دیا اور وہ اس عارضے سے حیران رہ گیا۔ لیکن

کبر نفسی کا شیطان اتنا سرکش ہے کہ لا جواب ہو کر بھی وہ خدا کے اقرار پر راضی نہ ہوا۔ لیکن جنکی عقل درست اور فطرت سلیم ہوتی ہے وہ اپنے علو اور اپنے ضعف دونوں کے توازن کو قائم رکھتے ہیں وہ ایک حکیم اور مدرسہستی کے آگے جھک کر اپنے ضعف کی تلافی اور اپنی ناتوانی کا علاج پالیتے ہیں اور ان کا قلب مطمئن ہو جاتا ہے۔

پس جو شخص خدا کو مانتا ہے وہ اس لئے نہیں مانتا کہ اسے خدا بنانے کا شوق ہے بلکہ اس لئے مانتا ہے کہ اسے خدا کی احتیاج ہے وہ تمام قوتوں اور قابلیتوں کے باوجود اپنے اندر ایک خلا محسوس کر رہا ہے جو ایک خدا کو مانے بغیر نہیں بھر سکتا۔ اب اگر کوئی اسے یہ کہتا ہے کہ اس ایک کے سوا کچھ اور بھی ہیں جو بندگی کے مستحق ہیں تو وہ یہ کہہ کر الگ ہو جائیگا کہ میرے لئے بس ایک ہی خدا کافی ہے۔

عقلی دلائل

اب وجودباری تعالیٰ کے کچھ عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ا

امام اعظم کا ایک دھریے سے مناظرہ

ایک مرتبہ امام اعظم کا ایک دھریے سے مناظرہ قرار پایا مگر آپ وقت مقررہ پر تشریف نہ لائے اس پر دھریے نے اعتراض کیا کہ آپ وقت پر نہیں آئے آپ نے وعدہ خلافی کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے آج دریا کے کنارے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے جسکی محیت نے وقت مقررہ کا خیال تک نہ آنے دیا۔ دھریے نے پوچھا وہ کونسا واقعہ تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے دریا کے کنارے بہت سے تختے لکڑی کے دیکھے جو ادھر ادھر بھرے ہوئے تھے لیکن میری حیرت کی انتہانہ رہی جبکہ وہ لکڑی کے تخت خود بخود ادھر ادھر سے دوڑ کر جڑنے لگے اور تھوڑی دیر میں نہایت صحیح مقام پر خود کیلیں جڑ گئیں چند منٹوں میں ایک نہایت شاندار کشتی تیار ہو گئی۔ بعد ازاں وہ خود بخود پھسل کر دریا میں اتر گئی اور تیر نے لگی اس پر ملدنے زور سے تھقہ لگایا امام صاحب نے ہنسنے کی وجہ دریافت فرمائی دھریے نے کہا حضرت عقل کی بات کریں کہیں آج تک ایسا ہوتے بھی دیکھا ہے کہ ایک مخصوص ترکیب و

تر تیپ کی کشتی خود بخوبی بن کر تیار ہو جائے اور پھر خود بخوبی کھمک کر دریا میں اتر کر تیرنے لگے۔

آپ نے فرمایا صاحب جب ایک چھوٹی سی کشتی خود بخوبی تیار نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے ایک کار گیر کی ضرورت ہے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ زمین و آسمان یہ عظیم الشان سیارے اور ستاروں کی کشمکشیاں خود بخوبی بن کر کیسے تیر رہی ہیں آپ کے اس ارشاد پر دھریے کے دل کی دنیا بدل گئی اس کے دل پر حقانیت اسلام کا ایسا اثر ہوا کہ اپنے فاسد عقائد سے تائب ہو کر حلقہ بجوش اسلام ہو گیا۔

دلیل نمبر ۲

اسی طرح ایک مرتبہ ایک دھریے نے آپ پر چار سوالات کئے ایک یہ کہ اے مسلمانوں تم کہتے ہو کہ خدا یک ہے اگر وہ ایک ہے تو اس ایک سے پہلے کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے اور چوتھا سوال یہ تھا کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا ہے سائل کیا تجھے گفتگی آتی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا گفتگی کرو اس نے کہا ایک آپ نے فرمایا اس ایک سے پہلے کیا ہے اس نے کہا کچھ نہیں آپ نے فرمایا جس طرح مجازی ایک سے پہلے کچھ نہیں اسی

طرح حقیقی ایک سے پہلے بھی کچھ نہیں دوسرے سوال کے جواب کے لئے آپ نے فرمایا کہ دودھ لایا جائے جب دودھ لایا گیا تو آپ نے اس دھریے سے فرمایا کہ اس دودھ میں گھی موجود ہے یا نہیں اس نے کہا کہ اس کے ہر قطرے میں تھوڑا سا گھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ گھی کہا ہے۔ اس نے کہا اگر چہ دودھ میں گھی موجود ہے مگر میں آپ کو دکھانہ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا جس طرح دودھ میں گھی موجود ہے لیکن تم دکھانہ نہیں سکتے اسی طرح وہ خالق کائنات موجود ہے لیکن ہم دکھانہ نہیں سکتے تیرے سوال کا جواب آپ نے اس طرح دیا کہ چراغ جلا کر رکھ دیا گیا آپ نے اس دھریے سے فرمایا کہ اس چراغ کی روشنی کارخ کھی طرف ہے اس نے کہا چاروں طرف آپ نے فرمایا کہ اگر مجازی نور چاروں طرف ہے تو حقیقی نور خدا تعالیٰ بھی چاروں طرف ہے۔ چوتھے سوال کا جواب دینے سے پہلے آپ نے فرمایا کہ تو بلند مند پر بیٹھا ہے میں نیچے کھڑا ہوں تو میری جگہ آجائے اور میں تیری جگہ بیٹھ کر اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ وہ دھریے آپ کی جگہ اور آپ اسکی جگہ بلند مند پر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تیرا چوتھا سوال یہ تھا کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے تو سنو کہ اس وقت خدا نے مجھے عزت دے کر بلند مند پر بٹھا دیا ہے اور مجھے ذلیل کر کے نیچے اتار دیا ہے۔

دلیل نمبر ۳

امام مالک کے نزدیک وجود خدا پر دلیل۔

حضرت امام مالک سے پوچھا گیا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وجود کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک سا گلادیا ہے لیکن کسی انسان کی آواز اوپر نچی ہے کسی کی آواز پست ہے کسی کی آواز سریلی اور کسی کی آواز بھدی کوئی جھیر الصوت ہے کسی کی آواز کرخت ہے اور کسی کی نرم کوئی دودو تین مین گھنٹے بولتا رہے تو گلا تحکتا نہیں اور کوئی آدھ گھنٹہ بولے تو گلا بیٹھ جاتا ہے یہ تمام اختلافات اس بات کی دلیل ہیں کہ انسانی گلے پر کسی اور ہستی کا اختیار ہے۔ اسی وحدہ لا شریک لہ ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

دلیل نمبر ۴

امام شافعی کا دہریوں کو جواب

ایک مرتبہ چند دہریے امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خدا کی ہستی پر دلیل طلب کی آپ اس وقت توت کے درخت کے نیچے طلباً کو درس دے رہے تھے۔ ایک توت کے پتے کو لے کر آپ نے فرمایا یہ حقیر پتہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زبردست اور بین دلیل ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ کیے؟ آپ نے جواب دیا کہ سارے پتوں کا رنگ بو مزہ اور

طبعت یکساں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود جب اسے ریشم کا کیرا کھاتا ہے تو اس سے ریشم بنتا ہے جب شد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شد تیار ہوتا ہے جب اسے بھری کھاتی ہے تو مینگنیاں بن جاتی ہیں اور جب اسے ہرن کھاتا ہے تو اس کے نافہ سے مشک پیدا ہوتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ باوجود طبیعت واحدہ کے یہ اختلافات کیسے پیدا ہو گئے معلوم ہوا کہ ان کے پچھے ایک اور قوت قاہرہ کام کر رہی ہے۔ اسی قوت کے مالک کو ہم خدا تعالیٰ لا کھتے ہیں اس کلمہ حق نے ان کے قلوب میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ سب کے سب آپ کے دست حق پرست پر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔

دلیل نمبر ۵

امام احمد بن حنبل اور خدا کی ہستی۔

ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل سے وجودباری تعالیٰ پر دلیل طلب کی گئی آپ نے فرمایا سنو ایک نہایت ہی مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں نہ کوئی راستہ ہے بلکہ اس میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اور اوپر نیچے دائیں بائیں اور آگے پچھے غرضہ چاروں طرف سے بند ہے ہواتک اس میں نہیں جاسکتی۔ اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں والا جانور یو لتا چالتا خوبصورت اور پیاری یوں والا چلتا پھر تا نکل آتا ہے۔ کہ اس

بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں اور وہ ہستی انسانی
ہستیوں سے بالاتر اور اسکی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں مطلب آپ کا یہ تھا کہ
انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں پروردگار خالق یکتا پرچہ
پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل ہے خدا کے وجود پر اور اسکی توحید پر۔

دلیل نمبر ۶

منظوم کائنات

بعض لوگ خدا کی ہستی کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ دنیا کا یہ سارا
کارخانہ محض اتفاقی حادثہ کے طور پر وجود میں آگیا ہے اور اپنے آپ چلا جا رہا
ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتفاق یا حادثہ بذات خود کوئی چیز نہیں پھر جو چیز اپنا
وجود خود نہ رکھتی ہو وہ کسی دوسری چیز کو وجود میں لانے کا سبب کس طرح بن
سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات کی یہ تشريع کائنات کے اوپر بالکل چسپاں
نہیں ہوتی یہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو ذہنوں میں گھڑ لیا گیا ہے اور
کائنات کی حقیقی ساخت سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ اس کے برعکس خدا کا تصور
کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے وہ خود کائنات کے اندر یوں رہا ہے۔
کائنات اتنی پُر حکمت اور اتنی منظم ہے کہ اسکا تصور نہیں کیا جاسکتا
کہ وہ کسی اتفاقی حادثہ کے طور پر وجود میں آگئی ہے۔ زمین پر جاندار چیزوں کی بقا
کے لئے جو حالات ضروری ہیں وہ مکمل طور پر یہاں موجود ہیں۔ کیا محض

اتفاق کے نتیجے میں اتنے عمدہ حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

عقل حیوانی اس خالق اعلیٰ کے وجود پر دال ہے جس نے حقیر اور بے دست و پا مخلوق کو عقل بخشی مثلاً اسان مچھلی کئی برس سمندر میں زندگی بسر کرنے کے بعد ٹھیک اسی سمندر میں اسی مخصوص جگہ پرانڈے دینے کے لئے پہنچ جاتی ہے جہاں پر وہ خود پیدا ہوئی۔ کون اسقدر صحیح اور مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ باہم مچھلی جو جزیرہ بر مودا کے قریب سمندر میں پائی جاتی ہے اس کے پیچے خود خود اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات محس اتفاقی نہیں بلکہ اس کو وجود میں لانے والی کوئی ہستی موجود ہے اور وہ خدا تعالیٰ ہے۔

د لیل نمبرے

اجتماع ضدین

کوئی انسان دو خدوں کو جمع نہیں کر سکتا مثلاً آگ اور پانی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لیکن خدا تعالیٰ ان دونوں کو ایک جگہ جمع کرنے پر قادر ہے۔ عرب میں دو درخت پائے جاتے ہیں جن کے نام مرخ اور عفار ہیں۔ انکی شاخوں میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ شاخ کو توڑیں تو پانی ملنے لگتا ہے اور ایک شاخ کو دوسری شاخ پر رگڑیں تو آگ نکلتی ہے۔ درخت میں موجود آگ لکڑی کو جلاتی نہیں اور پانی آگ کو نہیں بخھاتا۔ خدا نے ارشاد فرمایا:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا آتَيْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُونَ۔

ترجمہ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی
جس سے تم آگ سلاگاتے ہو۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو کہ آدھا جسم آگ کا
ہے اور آدھا برف سے بنتا ہے۔ آگ برف کو نہیں پکھلاتی اور برف آگ کو
نہیں پکھاتی۔

طوفان نوح کی ابتدائیوں ہوئی کہ ایک تنور میں برتن میں پانی گرم
کرنے کے لئے رکھا وہ گرم ہو کر ابل پڑا اور طوفان کی شکل اختیار کر گیا۔ خدا
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

فَإِذَا جَاءَءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ۔

ترجمہ :

پس جب ہمارا حکم آیا اور تنور نے جوش مارا۔

یعنی اس قادر مطلق نے آگ سے پانی نکالا۔ جب فرعون اور فرعونی
دریا میں غرق کر دئے گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کو آگ کے عذاب میں بتلا

کر دیا۔

ارشاد خداوندی ہے :

أَغْرِقُوكُمْ فَإِذْ تَحْلُوُ الْنَّارَ۔

ترجمہ :

دریا میں غرق کر دئے گئے اور نار جنم میں داخل کر دئے گئے۔

یعنی تھا پانی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں ان کو آگ کا عذاب دیکر اس طرف اشارہ کر دیا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ پانی سے آگ پیدا کر دیں۔

سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ
لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ تَخْرُجَ نَارٌ” بِالْحِجَازِ تُضِيِّعُ أَعْنَاقَ الْإِبْلِ
بِيُصْرَى۔

ترجمہ :

قیامت سے پہلے حجاز میں ایک ایسی آگ نکلے گی جو بصری میں اوپنؤں کی گرد نیں روشن کر دیگی۔

اس حدیث کے مطابق وہ زبردست آگ ۵ جمادی الآخری ۲۵۴

جمعہ کے دن دوپھر سے پہلے حجاز مقدس میں مدینہ کی شرقی جانب نصف روز کی مسافت پر زمین سے باول کی طرح گرجتی ہوئی نکلی۔ اس آگ کا طول بارہ میل عرض چار میل اس آگ کے شرارے بڑے مکانوں کے بر ابر تھی۔ یہ آگ ہماری دنیا کی آگ کے بالکل بر عکس تھی۔ ہماری آگ لکڑی کو جلا دیتی لیکن وہ لکڑی کو نہیں پتھروں کو جلاتی تھی۔ جب یہ آگ پتھروں کو جلاتی ہوئی حرم مدینہ کے قریب پہنچی تو ایک بڑے پتھر کو جس کا آدھا حصہ حرم میں تھا اور آدھا باہر تھا پورا نہیں جلا یا بلکہ جو حصہ حرم کے باہر تھا اس کو جلا دیا اور جو حرم کے اندر تھا اس کو نہیں جلا دیا۔ علاوہ ازیں سخت ترین حرارت کے باوجود اہل مدینہ کے لئے اس میں سے ٹھنڈی ہوا آرہی تھی جو ہستی آگ سے ٹھنڈی ہوانکا لئے پر قادر ہے اسی کو ہم خدا تعالیٰ کہتے ہیں۔

د لیل نمبر ۸

نظام سمشی

ہر ایک گھڑی اپنے گھڑی ساز کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور دنیا کا کوئی عاقل انسان یہ نہیں کہ سکتا کہ یہ گھڑی بغیر کسی صانع کے عالم وجود میں آئی ہے بلکہ ایک ملحد سے ملحد انسان بھی بعض گھڑیوں کی ترتیب و تنظیم اور انکی صحت و ثبات کو دیکھ کر اس کے موجود کو داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ نظام سمشی کی عجیب و غریب گھڑی انہیں اس کے صانع کے وجود اور اس کے حکیمانہ فعل کی حمدوستائش کا راستہ نہیں دکھاتی۔

ان گھڑیوں کے جیسے صنایع ناقص ہیں اسی طرح انکی مصنوعات بھی ناقص ہیں۔ چانی والی گھڑی کو چانی نہ دو تو کھڑی ہو جاتی ہے کبھی کبھی آگے کبھی پیچھے۔ تھوڑی مدت کے بعد اسکی صفائی کر انی پڑتی ہے۔ کبھی کبھی اسے تیل دلوانا پڑتا ہے۔ جب کوئی پر زہ ٹوٹ جائے تو نیا ڈلوانا پڑتا ہے اور پھر حفاظت کے باوجود گھس گھسا کر خود بخوبی کار ہو جاتی ہے مگر اس کے مقابلے میں نظام سمشی کی حیرت انگیز گھڑی پر نظر ڈالو زمانہ گزر گیانہ اسے کسی نے چانی دی نہ صفائی کی نہ اسے تیل دیا نہ اسکا کوئی پر زہ ٹوٹا نہ وقت میں فرق آیا نہ مرمت کی احتیاج ہوئی نہایت سرعت کے ساتھ اس کے پیچ پر زے چل رہے ہیں نہ تصادم نہ ملکراو۔ اس سارے نظام کو جو ہستی برقرار رکھے ہوئے ہے وہ خدا کے سوا اور

کون ہو سکتی ہے۔

دلیل نمبر ۹

ایک بد و کا استدلال

کسی شخص نے ایک بد سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی کیا دلیل ہے تو اس نے ایسا ایمان افروز جواب دیا کہ سبحان اللہ اس نے کما

سُبْحَانَ اللَّهِ أَنَّ الْبَعْرَةَ لِتَدْلُّ عَلَى الْبَعِيرِ وَأَنَّ أَثْرَ الْأَقْدَامِ لِتَدْلُّ
عَلَى الْمُسِيرِ فَاسْمَاءُ ذَاتَ أَبْرَاجٍ وَالْأَرْضُ ذَاتَ فُجَاجٍ وَالْبِحَارُ ذَاتَ
أَمْوَاجٍ أَلَا تَدْلُّ عَلَى وُجُودِ الْلَّطِيفِ الْخَبِيرِ۔

ترجمہ :

جب اونٹ کی مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور نشانات قدم کسی چلنے والے کا پتہ دیتے ہیں تو پھر یہ برجوں والا آسمان کشادہ راستوں والی زمین اور یہ موجزن سمندر کسی لطیف و خبیر ہستی کا پتہ کیوں نہیں دیتے۔

یہ جواب ایک دیہاتی کا ہے اور دیہاتی اکثر تہذیب اور علم کی روشنی سے نآشنا ہوتے ہیں اور پھر عرب کے دیہاتی لیکن اس اعرافی کا جواب سنتری حروف سے لکھا جانے کے قابل ہے۔

دلیل نمبر ۱۰

ایک بڑھیا کی دلیل

نورانی عقل رکھنے والی ایک ان پڑھ بڑھیا سے کسی نے خدا کے وجود پر
دلیل مانگی تو کہنے لگی پیٹا یہ میرا چھوٹا سا چرخہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی دلیل ہے میں
اسے جب تک نہیں چلاتی یہ چلتا نہیں اور جب میں ذرا اس سے ہاتھ ہٹالوں
یہ چلتا نہیں بلکہ رک جاتا ہے۔ اب تم خود ہی انصاف کرو کہ جب چھوٹا
سا چرخہ خود نہیں چل سکتا تو اس قدر عظیم ستاروں اور سیاروں کے
چرخے خود نہیں کیسے چل سکتے ہیں سپاٹل اس بڑھیا کے اس جواب سے بڑا متاثر
ہوا۔

صانع کو دیکھنا ہے تو عالم پر کر نظر
آئینہ؛ آئینہ ہے خود آئینہ ساز کا

دلیل نمبر ۱۱

علمائے کلام کا استدلال

علمائے کلام نے کائنات کی حرکت سے خدا کے وجود اور اسکی
وحدانیت کو ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم متحرک ہے اور ہر متحرک کے
لنے کسی محرک کا وجود لازمی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ ضروری ہے کہ اس محرک

میں کوئی چیز بالقوہ نہ ہو ورنہ اسے بالفعل کرنے کے لئے کسی دوسری ہستی کی احتیاج ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عالم ممکن الوجود ہے اور اسکی طبیعت میں کوئی نہ کوئی معنی بالقوہ رہتا ہے۔ جسے بالفعل کرنے کے لئے کسی ایسے محرک کی ضرورت ہے جس میں تمام معانی بالفعل ہوں اس اکمل اور اعلیٰ ہستی کو واجب الوجود اور خدا کہا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۲

د لچسپ مناظرہ

حضرت علامہ مولانا مفتی انوار الحق صاحب فاضل دارالعلوم فتحپوری دہلی ہماری جماعت کے بہترین عالم دین تھے۔ انہوں نے پر تگال اور جنوںی افریقہ میں اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے اور بہت سے لوگ انکی تبلیغ کے نتیجے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ فقیر راقم الحروف جب ۱۹۹۶ء میں ساؤ تھ افریقہ کے تبلیعی دورے پر حاضر ہوا تو وہاں کئی شروں میں تبلیغی اجتماعات سے خطاب کا موقع ملا۔ ان اجتماعات میں حاضر ہونے والے بعض احباب سے معلوم ہوا کہ مولانا انوار الحق صاحب نے جنوںی افریقہ میں اشاعت اسلام کا احسن طریقے سے حق ادا کیا جنوںی افریقہ میں اب بھی ان کے معتقدین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

حضرت مولانا انوار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ بذریعہ

بھری جہاز جنوں افریقہ جا رہے تھے۔ جہاز میں ایک انگریز دہری یہ سے ملاقات ہوئی اور اس کے ساتھ ایک دلچسپ مناظرہ ہوا جسکی تفصیل مولانا انوار الحق صاحب کی زبانی سنئے فرماتے ہیں کہ

ایک دن جب میں نماز سے فارغ ہوا تو انگریز دہری آیا اور نہایت تعجب کے ساتھ پوچھنے لگا کہ ابھی ابھی آپ یہ اٹھک بیٹھک کیا کر رہے تھے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور مذہب اسلام میں یہ خدا کی عبادت کا ایک طریقہ ہے۔ خدا کا نام سنتے ہی وہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ خدا کہاں ہے میں نے تو آج تک اسے دیکھا نہیں اور جس چیز کو ہم دیکھنے سکیں اس کو محض خوش اعتقادی سے نہ بننے کا کیا فائدہ ہے۔ میں نے اسے کہا جتاب کیا آپ میری آواز دیکھ رہے ہیں کیا آپ نے کبھی اپنی روح کو دیکھا ہے کیا ہوا آپ کو نظر آ رہی ہے۔ اس دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی موجود ہیں کہ ہم انہیں دیکھتے نہیں لیکن پھر بھی ہم ان کو مانتے ہیں کسی چیز کے وجود کے لئے اسکا دکھائی دینا ضروری نہیں دیکھنے کا تعلق تو صرف قوت باصرہ سے ہے اور قوت باصرہ ہمارے ظاہر اور باطنی حواس کا 1/10 حصہ ہے تو اب آپ بتائیں کہ پھر کائنات کا 9/10 حصہ جو ہمارے دوسرے حواس سے محسوس ہوتا ہے اسکا انکار کر دیں گے پھر خدا تو حواس سے محسوس ہی نہیں ہوتا وہ فہم و ادراک کی حدود سے مار داء ہے۔ مکان و زمان اور این و آں جوان حواس کے تعلق کے لئے لازمی

ہیں وہ ان سے منزہ اور مبراء ہے اور پھر جس چیز کو دیکھنا مقصود ہواں کے لئے جسم کثیف کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ اپنی اطافت کے باعث نظر نہ آسکے گا۔ دیکھئے ہوا جو کہ جسم لطیف رکھتی ہے جب تک اسکے ساتھ گرد و غبار نہیں ملتا اس وقت تک یہ ہمیں نظر نہیں آتی تو پھر وہ ہستی جس پر جسم کا اطلاق ہی ناجائز ہو، ہمیں کس طرح نظر آسکتی ہے۔

اس پر وہ دھری یہ کہنے لگا کہ جب بقول تمہارے عقل میں آتا ہی نہیں تو پھر ایسی نادیدہ اور ناقابل ادراک ہستی کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں نے اسے کہا صاحب پہلے یہ توبتا و کہ عقل ہے کیا چیز جس سے تم خدا کو سمجھنا چاہتے ہو کیا تم نے آج تک اس عقل کو دیکھا ہے اسے کسی اور قوت حاسہ سے محسوس کیا ہے کہنے لگا کہ اگرچہ میں نے اسے دیکھا تو نہیں اور نہ ہی کبی اور حاسہ سے محسوس کیا ہے مگر میں نے اسے اس کے آثار سے پہچانا ہے۔ میں نے کہا صاحب جب تم عقل جیسی مخلوق چیز کو بغیر دیکھے محض اس کے آثار سے مان رہے ہو تو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ ساری کائنات جوان تمام عظیم الشان آثار سے بھری ہوئی ہے اس خالق و مالک کی طرف رہنمائی نہیں کرتی۔

وہ کچھ اور کہنے کے لئے تیاری کر رہا تھا کہ میں نے بحث کو مختصر کرنے کے لئے کہا اگرچہ وہ دیکھا تو نہیں جا سکتا مگر پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ وہ

اپنی ہستی پاک کا ایک جلوہ دکھادے مگر مجھے بتائیے کہ اگر وہ اپنی ہستی کا جلوہ دکھانے کے لئے راضی ہو جائے تو دیکھئے گا کون۔ وہ میری اس طرز کلام سے بہت منجح ہوا اور کہنے لگا کہ میں دیکھوں گا۔ میں نے اس پر اسے کہا کہ اچھا آپ پہلے مجھے ”میں“ دکھادیں تاکہ میں اسے خداد کھانے کی کوشش کروں کہنے لگا ”میں“ میں ہوں میں نے کہا صاحب صرف میں میں کرنے سے کام نہیں چلے گا اس ”میں“ کو معین کرو تاکہ اسے خداد کھایا جاسکے پھر وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ یہ میں ہوں میں نے کہایہ تو تمہارا سینہ ہے نہ کہ میں پھر اس نے سر کو پکڑا میں نے کہایہ تو تمہارا سر ہے نہ کہ ”میں“ مجھے تو وہ دکھاؤ جو خدا کو دیکھنے کا متمنی ہے۔ بلکہ خر جب ہر طرف سے تنگ آکر بہت خفیف ہوا تو میں نے کہا جیسے ”میں“ جسم کی دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اس کو معین کیا جا سکتا ہے اس طرح رب العزت باوجود موجود ہونے کے دکھائی نہیں دیتا۔

بے جانی اس قدر ہر شے سے ہے آشکار
اور حباب اس پر ہے ایسا آج تک دیکھا نہیں

پھر اس نے کہا اگر وہ ہے تو پھر کہا ہے کوئی اس کا مقام بھی تو ہو گا میں نے کہا اچھا مجھے ”کہاں“ دکھادیجئے تاکہ میں آپ کو اس ”کہاں“ میں خداد کھا سکوں۔ اس نے اشارہ کیا یہاں میں نے کہایہ کہاں تو نہیں یہ تو یہاں ہے اور

تم یہ کہہ رہے ہو کہ خدا کہاں ہے۔ لہذا پہلے کہاں دکھاؤ تاکہ تمہارا مبطا بے پورا کیا جائے پھر کہنے لگا وہاں میں نے کہا صاحب آپ سوال کہاں کے متعلق کر رہے ہیں اور دکھار بے ہیں یہاں یا وہاں پہلے کہاں بتائیے۔ آخر کار کہاں نہ دکھا سکا اور اسے کہنا پڑا کہ

یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے

علماء خطباء اور طلباء کیلئے بہرہن جامع اور مذکوٰ جمیعہ عواظ

از اُسما ذا علماء

رواں و عطر حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری حسینی رحمۃ اللہ علیہ



حصہ اول

تخلیق نور محمدی سلسلہ عواظ، والدین کریمین کا اسلام، ولادت با سعادت،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شامی و ختمی، حلیہ مبارک اور اخلاق حسنہ،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پچھن اور عہد شب، مکہ میں دعوت و تسلیغ کا آغاز،

اور کفار و مشرکین کے مظالم واقعہ معراج کی شان و عظمت اور حکمت و فلسفہ

مدینہ میں اسلام کی اشاعت، بھرت موانعات اور تعمیر سجدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پر مساجد، عقیدہ، ختم بتوت اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا حق شفاعت قرآن حدیث کی روشنی میں آیات مشابہات کے شہادت کا

ازالہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض وصال.

حصہ دوم

حصہ سوم

حصہ چہارم

حصہ پنجم

حصہ ششم

فضائل مل بیت سیدہ کائنات ازوج مطہرات حضرت امام حسن حضرت امام حسین

سیدنا احمد فاروق سیدنا عثمان غنی سیدنا مولا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضوان اللہ

علیہم گبیعین کے حالت زندگی اور فضائل و مناقب کا بیان۔

اویاء کرامہ شان و عظمت قرآن حدیث کی روشنی میں امام اعظم ابو حیفہ امام

مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل اور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جيلاني رضوان اللہ

علیہم گبیعین کے حالات زندگی و رسمہ علم و لایت، اخلاق اور کرامات فضائل

کا بیان۔

ناصر: مکتوبہ نوریہ حنویہ گلگلے فیصل آباد

Marfat.com

عَلَيْكُمْ سَلَامٌ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَّهُ

اس کتاب میں کلمہ کے اسرار نماز کے اوقات میں حکمتیں پانچ نمازیں کیے جاتی ہیں زکوٰۃ کے کیا فوائد ہیں روزے کا فلسفہ بڑے حکیمانہ انداز میں مالا جس کے فوائد اور اس کے میں الاقوای شرات پر سیر حاصل تہرہ کیا گیا ہے تغییب و تہییب کا ایک حسین امتزاج ہے اس کتاب میں قرآن و حدیث سے بہترین بحث کی گئی ہے۔

فَلَمَّا كَانَتِ الْأَذْانُ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تَبَّاعَ الدِّيَنُ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّصَلِّ عَلَى عَبْدِكَ الْمُطْهَرِ

حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت عباس، اور حضرت عجفر طیار کی اولاد شامل ہے ان سب کے عقائد وہی تھے جو اہلسنت و جماعت کے عقائد ہیں لہذا اہلسنت و جماعت کا سلک برحق ہے اور یہی جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اس کتاب میں ان تمام امور پر بحث کی گئی ہے۔

حَمَدَ اللّٰهُ أَكْبَرُ

یہ کتاب علم کا گلددستہ ہے اس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں سب ہزار فرشتوں کا ذکر ہے میدان خطابت میں فوواردوں کے لئے ایک سرشار انداز تحریر عالمانہ لیکن عام فہم ہے اعمال صالحی کی تغییب کا سرچشمہ ہے صحابہ کرام اولیاءِ عظام اور بزرگانِ دین کے واقعات میں مزین علمی مرقع ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اس کتاب میں سو سالوں کے جوابات دیے گئے ہیں پوچھ کتاب کیا ہے کوئی سوتیوں کا مجموعہ ہے اس کتاب کو پڑھنا شروع کر دیں تو چھوڑنے کو ملک کی خواجہ بعض احباب کے تاثرات یہ ہیں کہ ایسی دلپٹ کتاب ہماری نظر سے غمیں گزد اور جوابات عجیب و غریب ہیں علم میں اضافے کا موجب ہے بلکہ علم کا میریش والی کتاب ہے۔

طَلَّ طَلَّ طَلَّ طَلَّ

لگنی لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو میان کر کے اپنی بد باطنی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کتاب میں اس کا صراطِ مستقیم دکھائی گئی ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں ٹاہر ہے دوناللہ ہیں وہ بت ہیں اور انہیاء و اولیاءِ مکن دوناللہ نہیں ہو سکتے

حَمْدُ اللّٰهِ وَحْدَهُ

لَمْ يَكُنْ لِّلْهٗ شَرِيكٌ